www.ownislam.com

جمعیۃ المسلمین مالیگاؤں کے زیر اہتمام اوّلین نصاب

فقہ حنفی کے چند مسائل کے شرعی دلائل میں: تخصص

حصۂ چہارم..... عملی کام

سلسلہ نمبر ۲

احناف کے رسائل

احناف کی کچھ کتابوں کی فہرست

ردِّ غیر مقلدیت میں کام کرنیوالے کچھ علماء

www.ownislam.com

www.ownislam.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نصاب تخصص کی تعلیم کا مقصد

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں کہ ”تبلیغ احکام کے متعلقات میں سے احکام کی حفاظت بھی ہے یعنی اسلام کے اصول وفروع پر جو حملے یا آمیزشیں ہوتی ہیں خواہ وہ اہل کفر کی جانب سے ہوں یا اہل بدعت کی طرف سے ان کا دفع کرنا (اہل علم کی ذمہ داری ہے) تاکہ طالبان حق شبہات سے محفوظ رہیں۔ اور اس مقصد کیلئے اگر اہل باطل پر ردوقدح کرنے کی حاجت ہو یا ان سے مناظرہ کرنا مصلحت کا تقاضہ ہو اس سے پہلوتہی نہ کرے۔ اور اس پرآشوب زمانہ میں اگر مناظرہ مشروع ہے تو اسی غرض سے ورنہ تعصب اس درجہ ترقی پر ہے کہ مناظرہ سے احقاق حق (یعنی حق ثابت کرنا) مقصود ہی نہیں کرنا۔ اور اس ردوقدح کیلئے اگر اہل باطل کے علوم وفنون حاصل کرنا ضروری ہو تو وہ بھی طاعت ہے جیسے اس وقت سائنس وغیرہ سیکھنا۔“

نصاب تخصص کی تعلیم کرنے کیلئے ضروری ہے کہ نیت درست کریں جیسی نیت ہوگی ویسے ہی نتائج برآمد ہوں گے۔ اور آخرت میں اس کا پھل ویسا ہی ملے گا اسلئے تصحیح نیت ضروری ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے ”عَنْ جَابِرِبْنِ عَبْدِ اللّٰہِؓ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ: لَاتَعَلَّمُوا الْعِلْمَ لِتُبَاھُوْا بِہِ الْعُلَمَاءَ، وَلَاتُمَارُوْا بِہِ السُّفَھَاءَ، وَلَاتَخَیَّرُوْا بِہِ الْمَجَالِسَ فَمَنْ فَعَلَ ذٰلِکَ، فَالنَّارُ النَّارُ،

ترجمہ:۔ حضرت جابرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: علماء سے بڑائی جتانے، بیوقوفوں سے جھگڑنے یعنی ناسمجھ عوام سے الجھنے اور مجلسیں جمانے کیلئے علم حاصل نہ کرو۔ جو شخص ایسا کرے اس کیلئے آگ ہے آگ۔ (ابن ماجہ باب الانتفاع بالعلم والعمل بہ ص ۲۲)

فائدہ:۔ علم کی مجلسیں جمانے کیلئے حاصل نہ کرو اس جملے کا مطلب یہ ہے کہ علم کے ذریعہ سے لوگوں کو اپنی ذات کی طرف متوجہ نہ کرو۔

نصاب تخصص کی تعلیم وتعلم میں نیت صرف اللہ کی رضا ہو۔ (اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطاء فرمائے اور اجروثواب کا باعث بنائے اور ہر قسم کے فتنوں سے بچائے۔ آمین)

حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ

ڈیڑھ (۱/۱/۲) ارب سے زائد مسلمانانِ عالم میں سے ایک ارب مسلمانوں کی انفرادی، جماعتی اور سیاسی زندگی میں امام اعظمؒ کے احوال وافکار، ظلمت میں آفتاب تاباں کا مقام رکھتے ہیں۔ یہ وہ سرچشمۂ نور ہے جس کی کرنیں فرد پر، گھرانے پر، حکومت پر اور مجالس دستور ساز پر یکساں پڑتی ہیں۔ آج جب کہ ہم اپنی زندگی کو انفرادی اور اجتماعی دونوں حیثیتوں سے اسلامی سانچے میں ڈھالنا چاہتے ہیں، یہ روشنی ہر منزل پر ہماری رہنمائی کرے گی۔

از

علامہ سید مناظر احسن گیلانیؒ

www.ownislam.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

چند اہم فتاوے

برصغیر کے اہم اور معتبر مفتی، حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب لاجپوریؒ کے اہم مسائل میں چند اہم فتاوے ملاحظہ ہوں۔

احناف کیلئے عصر کی نماز مثلین (دوسائے) سے پہلے پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

غیر مقلدین کے نزدیک ایک سایہ پر عصر کا وقت ہو جاتا ہے جبکہ احناف کا مفتیٰ بہ قول یہ ہے کہ عصر کا وقت دوسائے (مثلین) کے بعد شروع ہوتا ہے۔ دنیا کا کوئی مفتی کسی مسلک کے بنیادی اصولوں کو تبدیل نہیں کر سکتا اگر کوئی مفتی ایسا فتویٰ دیتا ہے جو بنیادی اصولوں کے منافی ہے تو وہ اپنے دائرۂ اختیار سے باہر نکلتا ہے جس سے اس کا اعتبار ساقط ہو جاتا ہے۔ بعض حنفی حضرات سے سننے میں آتا ہے کہ مجھے فلاں فلاں کام ہوتا ہے اس لئے میں عصر کی نماز ایک سایہ پر پڑھ لیتا ہوں اور میں نے اس سلسلہ میں فلاں مولانا یا فلاں مفتی صاحب سے پوچھ لیا ہے۔ (اصل بات یہ ہے کہ وہ اپنے کام کو "عذر" سمجھتے ہیں جب کہ مذکورہ مسئلہ میں شرعی اعذار متعین ہیں) ایسے حضرات بطورِ خاص درج ذیل فتویٰ ملاحظہ کریں۔

سوال۔ (۷۸۸) محلّہ کا امام عصر کی نماز مثلین سے پہلے، اسی طرح عشاء کی نماز شفق ابیض کے غائب ہونے سے پہلے پڑھتا ہے تو مجھے کیا کرنا چاہئے۔ بینوا و توجروا.

الجواب:۔ دوسری مسجد میں جہاں صحیح وقت پر نماز پڑھی جاتی ہو جا کر پڑھنی چاہئے۔ اگر ممکن نہ ہو یا دشوار ہو تو امام کے ساتھ پڑھ لیں اور وقت آنے پر منفرداً اعادہ کر لیں۔ ثم رأیت فی آخر المنیة نا قلاً عن بعض الفتاویٰ انه لو کان امام محلة یصلی العشاء قبل غیاب الشفق الا بیض فا لا فضل ان یصلیها وحده بعد البیا ض ۔اھ (ج۱ص۳۷۲) (اعلاء السنن ج۲ص۷)

و ا لا ولیٰ ما قلنا انه یصلی مع ا لا مام ثم یعید ها و لا تکره اعا دة العصر فی هذه الصورة لا ن ا لا ولیٰ لم تصح عند ا لامام فیکون الفرض هی الثا نیه لم اره و لکنه مقتضی القوا عد۔

فقط واللہ اعلم بالصواب۔ (اعلاء السنن ج۴ص۳۷۶) [فتاویٰ رحیمیہ جلد سوم صفحہ نمبر ۲۶]

اگر حرم میں عصر کی جماعت چھوٹ جائے تو کب پڑھے؟

بعض حضرات اشکال پیش کرتے ہیں کہ مکہ مکرمہ یا مدینہ منورہ کے حرم میں ایک سائے پر نماز پڑھنے پر فتویٰ کیوں ہے؟ حالانکہ فتویٰ ایسا بھی ہے کہ اگر حرم میں عصر کی جماعت چھوٹ جائے تو دوسائے تک انتظار کرے دوسائے کے بعد عصر کی نماز پڑھے۔ معلوم ہونا چاہئے کہ حرم کی نماز کی جماعت کے اوقات مستثنیات میں سے ہیں اس مسئلہ پر امت کا اجماع ہے اور اس کی وجوہات بھی متعین ہیں، اس لئے عام حالات میں حرم کا حوالہ منطبق نہیں ہوتا۔

www.ownislam.com

منکرین حدیث اسلام سے خارج ہیں

فرقۂ غیر مقلدین میں ایک ذیلی فرقہ ہے جو حضور ﷺ کی احادیث کو حجت نہیں مانتا اور ان کا انکار کرتا ہے، اپنے آپ کو اہل قرآن کہتا ہے۔ اس فرقہ کی علامات یہ ہیں کہ یہ لوگ ''معراج'' کا انکار کرتے ہیں۔ عذاب قبر، حضور ﷺ کی شفاعت کو نہیں مانتے۔ علماءِ کرام کو لفظ ''مولانا'' کہنا بہت برا سمجھتے ہیں۔ تفاسیرِ قرآن کا بھی انکار کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ (کچھ منکرین حدیث ایسے ہیں جو مذکورہ تمام امور کا انکار کرتے ہیں اور کچھ ایسے ہیں جو چند امور کا انکار کرتے ہیں)۔ ان کے بارے میں فتویٰ ملاحظہ ہو

سوال:۔ (۱۰۹۱) کیا فرماتے ہیں علماءِ دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ فرقۂ منکرین حدیث (اہل قرآن) کے عقائد فاسدہ وباطلہ اب کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں، احادیثِ نبویہ کا صراحتاً انکار وتکذیب، ارکانِ اسلام میں سے نماز کی تضحیک، یا پھر پنج وقتہ نماز کا انکار اور صرف دو یا تین وقتیہ فرض نماز کا قائل ہونا، صحیح بخاری شریف وصحیح مسلم شریف کی احادیث کو نقل کر کے نہایت گھناؤنے انداز میں مذاق اڑانا، یہ فرقہ ایسے مہلک وباطل خیالات کی تشہیر اور نشر واشاعت میں لگا ہوا ہے، اور بھولے بھالے سادہ لوح انسانوں کو بہکا کر دینِ اسلام کی بنیاد ڈھانے میں ہمہ تن مصروفِ عمل ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ ایسے خیالات کا حامل شخص ''مسلمان'' کہلایا جاسکتا ہے؟ ایسے خیالات والوں کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفنایا جاسکتا ہے؟ ایسے لوگوں کے جنازے میں شریک ہونا اور ان سے شادی بیاہ کرنا جائز ہے یا ناجائز؟ بینوا و توجروا۔ (از سورت)

الجواب:۔ مدعیان اہل قرآن جو احادیث کا انکار کرتے ہیں، اور مذاق اڑاتے ہیں، اور نماز کی تضحیک کرتے ہیں، پنج وقتہ نماوں کی فرضیت کا انکار کرتے ہیں یہ لوگ اسلام سے خارج ہیں، ان کی نمازِ جنازہ پڑھنا اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفنانا ان سے شادی بیاہ وغیرہ کسی قسم کے تعلقات رکھنا درست نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج۴ ص۱،۲)

غیر مقلدین سے رشتے ناطے کرنا کیسا ہے؟

سوال:۔ (۱۵۶۳) فرقہ غیر مقلدین کے متعلق آپ کا فتویٰ (گجراتی زبان میں) کتاب کی صورت میں چھپا ہے اس میں فرقہ غیر مقلدین اور نام نہاد اہل حدیث کو بہ اقوالِ علماء راسخین باطل قرار دیا ہے اس فرقہ کے لڑکوں کے ساتھ اہل سنت والجماعت کی لڑکیوں کا نکاح ہوسکتا ہے؟ ہمارے یہاں بعض لوگ نکاح کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں، آپ جلد از جلد جواب مرحمت فرمائیں۔ بینوا و توجروا۔

الجواب:۔ مقلدین وغیر مقلدین میں بہت سے اصولی وفروعی اختلاف ہیں یہ لوگ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو معیارِ حق نہیں مانتے، ائمہ اربعہ پر سب وشتم کرتے ہیں اور ان کی تقلید کو جس کے وجوب پر امت کا اجماع ہو چکا ہے ناجائز اور بدعت بلکہ بعض تو شرک تک کہہ دیتے ہیں، بہت سے اجماعی مسائل کے منکر ہیں، صحابہ کرام کا اجماع ہے کہ بیس رکعت تراویح سنت ہے جبکہ یہ لوگ اسے بدعتِ عمری قرار دیتے ہیں اور تہجد کی آٹھ رکعات تراویح کے لئے پیش کرتے ہیں، جمعہ کی پہلی اذان کو بدعتِ عثمانی کہتے ہیں، ایک مجلس کی تین طلاق کا وقوع جس پر صحابہ وجمہور علماء کا اجماع ہے انکار کرتے ہیں اور ایک طلاق کا فتویٰ دے کر زنا کاری وبدکاری میں مبتلاء کرتے ہیں، صحابہ نے عورتوں کو نماز کیلئے مسجد میں آنے سے روکا ہے اور اس پر صحابہ کا اتفاق ہے یہ لوگ اس کو ٹھکرا دیتے ہیں اور بعض چار سے زیادہ عورتوں سے نکاح کو جائز کہتے ہیں۔ اور خود یہ لوگ ہم سے ہر معاملہ میں الگ رہتے ہیں ان کے علماء ہمارے علمی جلسوں میں

www.ownislam.com

شرکت گوارہ نہیں کرتے ان کی مسجد الگ ہوتی ہے ان کی عیدگاہ الگ ہوتی ہے۔اور ابھی تازہ واقعہ ہے کہ امسال ہمارے یہاں کے غیر مقلدین نے جمہور مسلمانوں سے الگ رہ کر دوسرے دن عید کی،ان چیزوں کے ہوتے ہوئے ان کے ساتھ نکاحی تعلق قائم کرنا کیسے گوارہ ہوسکتا ہے یہ فتنہ وفساد کا باعث ہے ،لڑکی مرد کے ماتحت ہوتی ہے اسلئے اسکے عقائد واعمال یقیناً خراب ہوں گے لہٰذا اس کا مصلحتاً ہرگز دروازہ نہ کھولا جائے کتابی عورتوں سے نکاح درست تھا مگر اعتقادی واعمالی خرابی کے اندیشہ کی وجہ سے خلیفۂ ثانی حضرت عمر فاروقؓ نے اجازت نہیں دی بلکہ سختی سے منع فرمایا،آپ نے فرمایا میں حلال کو حرام قرار نہیں دیتا مگر مسلمانوں کی عمومی مصلحت کا تقاضا یہی ہے کہ کتابی عورتوں سے نکاح نہ کیا جائے کہ موجب بدعقیدگی اور باعثِ بداخلاقی وبداعمالی ہے اس کے ساتھ حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند کا فتویٰ ملاحظہ فرمائیں۔

سوال:۔ (۲۳۱) جو فرقہ غیر مقلد اپنے آپ کو اہل حدیث بتلاتے ہیں ان سے بیٹا بیٹی کا بیاہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟۔

الجواب:۔ اگر نکاح کیا جاوے گا نکاح منعقد ہوجاوے گا لیکن ایسے فرقوں اور ایسے متعصب لوگوں سے رسول اللہ ﷺ نے مناکحت ومواکلت ومشاورت وغیرہ کو منع فرمایا ہے اس لئے بہتر یہ ہے کہ ان لوگوں سے اس قسم کے تعلقات بیاہ شادی کے قائم نہ کئے جائیں۔(فتاویٰ دارالعلوم مدلل ومکمل ج ۷ ص ۱۷۵)

فقط واللہ اعلم بالصواب۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۵ ص ۲۶۶/۲۶۷/۲۶۸)

www.ownislam.com

www.ownislam.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نبوی ھدیہ

صلوٰۃ التسبیح

☆حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن اپنے چچا حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب سے فرمایا: اے عباسؓ، اے میرے محترم چچا! کیا میں آپکی خدمت میں ایک گرانقدر عطیہ اور ایک قیمتی تحفہ پیش کروں؟ کیا میں آپ کے دس کام اور آپ کی دس خدمتیں کروں (یعنی آپکو ایک ایسا عمل بتاؤں جس سے آپ کو دس عظیم الشان منفعتیں حاصل ہوں، وہ ایسا عمل ہے کہ) جب آپ اسکو کریں گے تو اللہ تعالیٰ آپ کے سارے گناہ معاف فرمادیگا۔ اگلے بھی اور پچھلے بھی، پرانے بھی اور نئے بھی، بھول چوک سے ہونے اور دانستہ ہونے والے، صغیرہ بھی اور کبیرہ بھی، ڈھکے چھپے بھی اور علانیہ ہونیوالے بھی (وہ عمل صلوٰۃ التسبیح ہے۔) میرے چچا اگر آپ سے ہوسکے تو روزانہ یہ نماز پڑھا کریں اور اگر روزانہ نہ پڑھ سکیں تو ہر جمعہ کے دن پڑھ لیا کریں اور اگر آپ یہ بھی نہ کرسکیں تو سال میں ایک دفعہ پڑھ لیا کریں اور اگر یہ بھی نہ ہوسکے تو کم ازکم زندگی میں ایک دفعہ پڑھ ہی لیں۔

(سنن ابی داؤد ،سنن ابن ماجہ،دعوات کبیر للبیھقی)

کتب احادیث میں صلوٰۃ التسبیح کی تعلیم وتلقین رسول اللہ ﷺ سے متعدد صحابۂ کرامؓ سے روایت کی گئی ہے۔ امام ترمذی نے رسول اللہ ﷺ کے خادم اور آزاد کردہ غلام حضرت ابورافع کی روایت اپنی سند سے نقل کرنیکے بعد لکھا ہے کہ انکے علاوہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور عبداللہ بن عمرؓ واور فضل بن عباسؓ نے بھی اسکو روایت کیا ہے۔ علامہ ابن الجوزیؒ نے ''صلوۃ التسبیح'' کی ترغیب اور تلقین والی اس حدیث کو موضوع کہا ہے حافظ ابن حجر نے اپنی کتاب ''النخصال المکفرۃ'' میں خاصی تفصیل سے اسکا رد کیا ہے ''صلوٰۃ التسبیح'' کی روایات اور ان کی سندی حیثیت پر تفصیل سے کلام کیا ہے اور انکی بحث کا حاصل یہ ہے کہ یہ حدیث کم ازکم ''حسن'' یعنی صحت کے لحاظ سے دوم درجہ کی ضرور ہے، اور بعض تابعین اور تبع تابعین حضرات سے (جن میں عبداللہ بن مبارکؒ جیسے جلیل القدر امام بھی شامل ہیں) صلوٰۃ التسبیح کا پڑھنا اور اس کی فضیلت بیان کرکے اسکی ترغیب دینا بھی ثابت ہے۔ اور یہ اسکا واضح ثبوت ہے کہ ان حضرات کے نزدیک بھی ''صلوٰۃ التسبیح'' کی تلقین اور ترغیب کی حدیث رسول اللہ ﷺ سے ثابت تھی، اور زمانۂ مابعد میں تو یہ صلوٰۃ التسبیح اکثر صالحین امت کا معمول رہا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ نے اس نماز کے بارے میں ایک خاص نکتہ لکھا ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے نمازوں میں (خاص کرنفلی نمازوں میں) بہت سے اذکار اور دعائیں ثابت ہیں۔ اللہ کے جو بندے ان اذکار اور دعاؤں پر ایسے قابو یافتہ نہیں ہیں کہ اپنی نمازوں میں ان کو پوری طرح شامل کرسکیں اور اس سے وجہ ان اذکار و دعوات والی کامل ترین نماز سے وہ بے نصیب رہتے ہیں ان کیلئے یہی صلوٰۃ التسبیح اس کامل ترین نماز کے قائم مقام ہوجاتی ہے کیونکہ اس میں اللہ کے ذکر اور تسبیح وتحمید کی بہت بڑی مقدار شامل کردی گئی ہے، اور چونکہ ایک ہی کلمہ بار بار پڑھا جاتا ہے اس لئے عوام کیلئے بھی اس نماز کا پڑھنا مشکل نہیں ہے۔

www.ownislam.com

صلوٰۃ التسبیح کی تاثیر اور برکت

نماز کے ذریعے گناہوں کے معاف ہونے اور معصیات کے گندے اثرات کے زائل ہونے کا ذکر تو اصولی طور پر قرآن مجید میں بھی فرمایا گیا ہے۔ ''اَقِمِ الصَّلٰوۃَ طَرَفَیِ النَّھَارِ وَزُلَفًامِنَ اللَّیۡلِ اِنَّ الۡحَسَنٰتِ یُذۡھِبۡنَ السَّیِّاٰتِ (سورہ ھود۔۱۲) لیکن اس تاثیر میں صلوٰۃ التسبیح'' کا جو خاص مقام اور درجہ ہے وہ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کی مندرجۂ بالا حدیث میں پوری صراحت کیساتھ ذکر کر دیا گیا ہے، یعنی یہ اس کی برکت سے بندے کے اگلے، پچھلے، پرانے، نئے، دانستہ، نادانستہ، صغیرہ، کبیرہ، پوشیدہ، علانیہ، سارے ہی گناہ اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتا ہے۔ اور سنن ابی داؤد کے ایک صحابی (عبداللہ بن عمروؓ) کو ''صلوٰۃ التسبیح'' کی تلقین کرنیکے بعد ان سے فرمایا ''فَاِنَّکَ لَوۡ کُنۡتَ اَعۡظَمَ اَھۡلِ الۡاَرۡضِ ذَنۡباً غُفِرَلَکَ بِذَالِکَ'' (تم اگر بالفرض دنیا کے سب سے بڑے گناہ گار ہونگے تو بھی اسکی برکت سے اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت فرما دیگا۔)

اللہ تعالیٰ محرومی سے حفاظت فرمائے اور اپنے ان خوش نصیب بندوں میں سے کر دے جو رحمت و مغفرت کے ایسے اعلانات کو سن کر ان سے فائدہ اٹھاتے اور انکا حق ادا کرتے ہیں۔

صلوٰۃ التسبیح پڑھنے کا طریقہ

صلوٰۃ التسبیح پڑھنے کے دو طریقے منقول اور معمول ہیں پڑھنے والے کیلئے گنجائش ہے جس طرح چاہے پڑھے۔

نیت:۔ چار رکعت نماز نفل صلوٰۃ التسبیح کی

صلوٰۃ التسبیح کا وہ طریقہ اور ترتیب جو امام ترمذی وغیرہ نے حضرت عبداللہ بن مبارک سے روایت کی ہے وہ درج ذیل ہے۔

دوسری عام نمازوں کیطرح قرأت سے پہلے ثناء یعنی سُبۡحَانَکَ اللّٰھُمَّ .....غَیۡرُکَ کے بعد پندرہ دفعہ ''سُبۡحَانَ اللّٰہِ وَالۡحَمۡدُلِلّٰہِ وَلَااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکۡبَرُ'' کہیں۔ پھر سورہ فاتحہ اور کوئی سورۃ۔ اسکے بعد یہی کلمہ (سُبۡحَانَ اللّٰہِ وَالۡحَمۡدُلِلّٰہِ وَلَااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکۡبَرُ) دس دفعہ کہیں پھر رکوع میں جائے اور سبحان ربی العظیم (تین دفعہ) پڑھنے کے بعد وہی کلمہ دس دفعہ پڑھیں، پھر رکوع سے اٹھ کر قومہ میں یہی کلمہ دس دفعہ پڑھیں، پھر سجدہ میں جائیں اور سبحان ربی الاعلیٰ (تین دفعہ) پڑھنے کے بعد یہی کلمہ دس دفعہ پڑھیں، پھر سجدہ سے اٹھ کر جلسہ میں بیٹھیں اور یہی کلمہ دس دفعہ کہیں پھر دوسرے سجدہ میں جائیں اور سبحان ربی الاعلیٰ (تین دفعہ) پڑھنے کے بعد یہی کلمہ دس دفعہ کہیں۔ پھر چاروں رکعتیں اسی طرح پڑھیں (اور اس ترتیب سے ہر رکعت میں یہ کلمہ پچھتر (۷۵) دفعہ ہوگا اور چاروں رکعتوں میں مجموعی تعداد تین سو ہوگی)

www.ownislam.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شب برأت

[موجودہ دور میں لوگ تقریباً ہر چیز ہی میں افراط وتفریط کا شکار ہیں خواہ اس چیز کا تعلق دین سے ہو یا دنیا سے عقائد سے ہو یا اعمال سے، کچھ لوگ اس کو بڑھا کر اصل مرتبہ ومقام سے بھی آگے لے جاتے ہیں اور کچھ لوگ اسے اسکا جائز مقام دینے کو بھی تیار نہیں ہوتے، ان ہی افراط وتفریط کا شکار چیزوں میں سے چند مخصوص راتیں ہیں، کچھ لوگ تو ان راتوں کی فضیلت کا اس قدر زیادہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ سب کچھ ان ہی کو سمجھ بیٹھے ہیں اور کچھ لوگ سرے سے ان کی فضیلت ہی کے منکر ہیں اور تحریراً وتقریراً ان کے خلاف برسر پیکار ہیں۔ شریعت مقدسہ میں افراط وتفریط سے ہٹ کر درمیانی راہ بتلائی گئی ہے اگر اس راہ پر چلا جائے تو بآسانی منزل پر پہنچا جاسکتا اور مقصود کو پایا جاسکتا ہے۔]

ماہ شعبان المعظم میں ایک رات آتی ہے جو بڑی فضیلت وبزرگی والی رات ہے۔ جلیل القدر تابعی حضرت عطاء بن یسارؒ (متوفی ۱۰۳ھ) فرماتے ہیں ''شب قدر کے بعد شعبان کی پندرھویں شب سے زیادہ کوئی رات افضل نہیں'' (لطائف المعارف لابن رجب الحنبلی ص ۱۴۵)۔

شب برات کے متعلق دس جلیل القدر صحابہ کرام سے روایات منقول ہیں جنکے اسمائے گرامی ہیں (۱) حضرت ابوبکر صدیقؓ سے بیہقی، بزار میں (۲) حضرت علی مرتضیٰؓ سے ابن ماجہ میں (۳) حضرت عائشہ صدیقہؓ سے ترمذی میں (۴) حضرت معاذ بن جبلؓ سے شعب الایمان بیہقی اور ابن حبان میں (۵) حضرت ابوہریرہؓ سے بزّار میں (۶) حضرت عوف بن مالکؓ سے بزّار میں (۷) حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے ابن ماجہ میں اور شعب الایمان بیہقی میں (۸) حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ سے مسند احمد اور مجمع الزوائد میں (۹) حضرت ابوثعلبہ خشنیؓ سے بیہقی اور طبرانی میں (۱۰) حضرت عثمان بن ابی العاصؓ سے بیہقی میں۔ اس قدر کثیر روایات کی موجودگی میں بھی اگر کوئی اس شب کی فضیلت کا انکار کرتا ہے تو اس کا نصیب۔ مذکورہ روایات کی تفصیل ''فضیلت کی راتیں فضائل ومسائل'' نامی کتاب مؤلف مولانا نعیم الدین صاحب فاضل جامعہ مدنیہ لاہور میں بالتفصیل دیکھی جاسکتی ہیں ان میں سے چند ملاحظہ ہوں

☆ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ایک رات میں نے حضور ﷺ کو (بستر پر) نہ پایا پس میں تلاش میں نکلی تو دیکھا کہ آپ ﷺ بقیع (قبرستان) میں ہیں۔ آپ نے فرمایا: کیا تمہیں خوف ہوا کہ اللہ اور اس کا رسول تم پر ظلم کریں گے۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ مجھے یہ خیال ہوا کہ شاید آپ کسی اور بیوی کے پاس تشریف لے گئے۔ فرمایا ''اللہ تبارک وتعالیٰ نصف شعبان (پندرہویں) کی رات میں آسمان دنیا کی طرف نزول فرماتے ہیں اور قبیلۂ کلب کی بکریوں کے بالوں سے زیادہ بندوں کی بخشش فرمادیتے ہیں۔'' (ترمذی باب ج ص)

☆ حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب شعبان کی پندرہویں رات آئے تو اس رات میں اللہ کے حضور میں نوافل پڑھو اور اس دن کو روزہ رکھو۔ کیونکہ اس رات میں آفتاب غروب ہوتے ہی اللہ تعالیٰ کی خاص تجلّی اور رحمت پہلے آسمان پر اتر آتی ہے۔ اور وہ ارشاد فرماتا ہے کہ: کوئی بندہ ہے جو مجھ سے مغفرت اور بخشش طلب کرے اور میں اس کی مغفرت کا فیصلہ کروں، کوئی بندہ ہے جو روزی مانگے اور میں اس کو روزی دینے کا فیصلہ کروں، کوئی مبتلائے مصیبت بندہ ہے جو مجھ سے صحت وعافیت کا سوال کرے اور میں اس کو عافیت عطا کروں، اسی طرح مختلف قسم کے حاجتمندوں کو اللہ تعالیٰ پکارتا ہے کہ وہ اس وقت مجھ سے اپنی حاجتیں مانگیں اور میں عطا کروں۔ غروب آفتاب سے لے کر صبح صادق تک اللہ تعالیٰ کی رحمت اسی طرح اپنے بندوں کو اس رات میں پکارتی رہتی ہے۔'' (ابن ماجہ ص ۱۰۰)

(پندرہویں شعبان کے روزے کے باب میں جو حدیث ابن ماجہ میں آئی ہے وہ موضوع نہیں ہے۔ کسی ماہر حدیث عالم نے اس کو موضوع نہیں کہا ہے۔)

www.ownislam.com

☆ حضرت ابوبکر صدیقؓ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نصف شعبان کی شب آسمان دنیا کی طرف نزول اجلال فرماتے ہیں اور اس شب ہر کسی کی مغفرت کر دی جاتی ہے سوائے مشرک کے یا ایسے شخص کے جس کے دل میں بغض ہو۔

☆ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ رسول اللہ ﷺ سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ شعبان کی پندرھویں رات نظر رحمت فرما کر تمام مخلوق کی مغفرت فرما دیتے ہیں۔ سوائے مشرک اور کینہ ور کے۔

☆ حضرت عبداللہ ابن عمرو ابن العاصؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا شعبان کی پندرھویں شب اللہ عزوجل اپنی مخلوق کی طرف نظر رحمت فرماتے ہوئے سوائے دو شخصوں کے باقی سب کی مغفرت فرما دیتے ہیں (۱) کینہ ور (۲) کسی کو ناحق قتل کرنیوالا۔

☆ حضرت علاء ابن الحارثؒ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ رات کو اٹھے اور نماز پڑھنے لگے اور اتنے لمبے سجدے کئے کہ مجھے یہ خیال ہوا کہ آپکی وفات ہوگئی ہے۔ میں نے جب یہ معاملہ دیکھا تو میں اٹھی اور آپ کے پاؤں کے انگوٹھے کو حرکت دی، اسمیں حرکت ہوئی، میں واپس لوٹ آئی جب آپ ﷺ نے سجدے سے سر اٹھایا اور نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا اے عائشہ یا فرمایا اے حمیراء کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ (اللہ کا) نبی تمہاری حق تلفی کرے گا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ بخدا ایسی بات نہیں ہے، درحقیقت مجھے یہ خیال ہوا کہ شاید آپ کی وفات ہوگئی ہے کیونکہ آپ نے سجدے بہت لمبے کئے تھے۔ آپ نے فرمایا جانتی بھی ہو یہ کونسی رات ہے؟ میں نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول ﷺ ہی زیادہ جانتے ہیں فرمایا یہ شعبان کی پندرہویں شب ہے اللہ عزوجل اس رات اپنے بندوں پر نظر رحمت فرماتے ہیں بخشش چاہنے والوں کی مغفرت فرماتے ہیں طالبین رحم پر رحم فرماتے ہیں اور کینہ وروں کو انکی حالت ہی پر چھوڑ دیتے ہیں۔ (بیہقی شعب الایمان)

شب برأت میں صرف تین امور حدیث سے ثابت ہیں

(۱) اوّل یہ کہ اس رات میں قبرستان میں جا کر مردوں کیلئے دعا کریں اور انکو پڑھ کر بخشیں۔ لیکن گروہ (جماعت) بن کر نہ جانا چاہئے۔ بلکہ انفرادی طور پر جائیں۔ سنت میں اسی قدر منقول ہے، مگر چونکہ اسکی غرض مردہ کے لئے ایصال ثواب تھا اس پر دوسرے طریقوں کو قیاس کر سکتے ہیں کہ عبادت مالیہ کا بھی کچھ ثواب پہنچا دیں تو مضائقہ نہیں۔

(۲) دوسرے یہ کہ پندرہویں شب کو عبادت کریں۔ اس رات میں بیدار رہ کر عبادت کرنا خواہ خلوت میں ہو یا جلوت میں افضل ہے۔ لیکن اجتماع کا اہتمام نہ کیا جائے۔

(۳) تیسرے یہ کہ پندرہ تاریخ کو روزہ رکھیں۔ پندرہویں شعبان کو روزہ رکھنا مستحب ہے اور فضیلت آئی ہے۔ پس یہ امور تو ثابت ہیں اسکے علاوہ باقی تمام خرافات ہیں۔ (از افادات حکیم الامت، آداب انسانیت ص ۴۱)

www.ownislam.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محدثِ جلیل حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمیؒ کا ایک تحقیقی مضمون

پندرہویں شعبان کی حدیث معتبر اور حجت ہے

پندرہویں شعبان کے روزے کے باب میں جو حدیث ابن ماجہ میں آئی ہے وہ موضوع نہیں ہے۔ کسی ماہر حدیث عالم نے اس کو موضوع نہیں کہا ہے۔ تحفۃ الاحوذی کی عبارت اس حدیث کے موضوع ہونے پر استدلال کرنا جہالت ہے۔ اس حدیث کے راویوں میں ابوبکر بن ابی سبرہ ضرور ہے اس کی نسبت بیشک یہ کہا جاتا ہے کہ وہ حدیثیں بنانا تھا، لیکن اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا ہے۔ اس سے تو بس اتنا لازم آئیگا کہ حدیث سند اضعیف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جن حضرات نے سنن ابن ماجہ کی موضوع احادیث کی نشان دہی کی ہے ان میں اس حدیث کا ذکر نہیں ملتا ماتمس الیہ الحاجۃ میں وہ ساری حدیثیں مذکور ہے جس کا جی چاہے دیکھ لے۔

اصولِ حدیث وغیرہ کی کتابوں میں جگہ جگہ یہ تصریح مل سکتی ہے کہ کسی حدیث کی سند میں کوئی کذاب یا وضاع راوی پایا جائے، تو محض اتنے سے وہ حدیث موضوع نہیں ہو جائے گی۔ جب تک کہ دوسری کوئی دلیل اس کے موضوع ہونے پر دلالت نہ کرے۔ مثال کے طور پر (فتح المغیث ج ا ص ۲۵۱) ملاحظہ کیا جائے۔ امام بخاری لکھتے ہیں: ہذا مع ان مجرد.....مما سیاتی

اسی طرح راوی کو منکر الحدیث اور حدیث کو منکر بھی کہا گیا ہو تب بھی اس کو موضوع کہنا جائز نہیں۔ غدیث لاتقولوا سورۃ البقرۃ کو امام احمد نے منکر اور اسکے راوی عیسیٰ کو منکر الحدیث کہا جائے اس بناء پر ابن جوزی نے اس حدیث کو موضوعات میں داخل کر دیا تو حافظ ابن حجر نے اس پر سخت اعتراض کیا۔ فرماتے ہیں ''ابن جوزی نے اس حدیث کو موضوعات میں شمار کر کے تشدد سے کام لیا ہے،

سطورِ بالا سے یہ بات واضح ہوگئی کہ جس شخص نے یہ بات کہی ہے کہ روایتِ فضیلہ صوم شعبان میں ابوبکر بن عبداللہ واضع الحدیث تھا اسلئے یہ روایت موضوع ٹھہری، بالکل غلط ہے۔ ایسی جہالت کی بات کوئی عالم نہیں کہہ سکتا۔ مولانا عبدالرحمٰن مرحوم کیسے ایسی بات کہہ سکتے ہیں۔ مولانا تو اس حدیث کو پندرہویں رات کی فضیلت کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں۔ اور اس سے اس شخص کے اوپر حجت قائم کرتے ہیں، جو یہ کہتا ہے کہ شعبان کی پندرہویں رات کی فضیلت ثابت نہیں۔

تحفۃ الاحوذی ج ۲ ص ۵۳ کی عبارت کا ترجمہ یہ ہے:

''انہیں میں سے حضرت علیؓ کی حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب شعبان کی ۱۵ تاریخ آئے تو رات میں عبادت کرو اور دن میں روزہ رکھو .....اس کی سند میں ابوبکر عبداللہ بن سبرہ القرشی العامری المدنی ہے۔ ان کا نام لوگوں نے عبداللہ بتایا ہے بعض لوگوں نے محمد بتایا ہے.....پس یہ تمام حدیثیں مجموعی اعتبار سے اس شخص کے خلاف حجت ہیں جس نے گمان کیا ہے کہ پندرہویں شعبان کی رات کے سلسلہ میں کوئی چیز ثابت نہیں ہے۔''

مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوری نے جس طرح اس حدیث کو موضوع نہیں کہا ہے بلکہ صرف ضعیف قرار دیا ہے، اسی طرح حافظ منذری نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے اور طونکہ اس کو انہوں نے اپنی کتاب ترغیب وترہیب میں ذکر کیا ہے اس لئے وہ حسبِ تصریح سیوطی موضوع نہیں ہے۔

جس کسی کو کسی کام پر ثواب کی اطلاع ہے، اور وہ اس پر کاربند ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس کو ثواب دیدیگا جس کی اطلاع اس کو پہنچی ہے اگرچہ جس نے بیان کیا ہے وہ جھوٹا ہے۔ نوویؒ نے لکھا ہے: اہلحدیث کے نزدیک ضعیف سندوں میں تساہل برتنا اور موضوع کو چھوڑ کر ضعیف حدیثوں کو روایت کرنا اور ان پر عمل کرنا ان کا ضعف بیان کئے بغیر جائز ہے مگر اللہ کی صفات اور احکام کی حدیثوں میں ایسا کرنا جائز نہیں ہے۔

www.ownislam.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماہ رمضان المبارک

ماہ رمضان المبارک کس قدر خیر و برکت کا مہینہ ہے یہ عام مسلمانوں سے بھی مخفی نہیں ہے۔حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ''جس نے ایمان و یقین کے ساتھ روزے رکھے اس کے پچھلے گناہ بخش دئے جاتے ہیں''۔(صحیح بخاری شریف ص ۲۵۵ ج ۱)

چند مسائل

روزہ کی نیت:۔(نفل، ماہ رمضان اور نذر معین کے روزوں کی نیت): نیت کیساتھ صبح صادق سے غروب آفتاب تک کھانے پینے اور جماع سے رُکنے کا نام رُوزہ ہے۔رُوزے کی نیت صبح صادق سے پہلے ہی کرنی چاہئے بہتر یہی ہے۔اگر کسی وجہ سے نہ کر سکے تو دن چڑھے (دوپہر سے کچھ قبل تک) روزے کی نیت کرنا بھی جائز ہے۔صحیح بخاری شریف میں باب ہے۔''دن چڑھے روزے کی نیت کرنا'' حضرت اُمّ درداءؓ کہتی ہیں کہ حضرت ابودرداءؓ پوچھتے کیا کھانے کو کچھ ہے اگر میں کہتی کہ نہیں تو فرماتے آج میرا روزہ ہے۔حضرت ابوطلحہؓ حضرت ابوہریرہؓ حضرت ابن عباسؓ اور حضرت حذیفہؓ نے بھی اسی طرح کہا ہے۔(بخاری شریف ج ا ص ۲۵۷) پھر اس کے بعد امام بخاریؒ نے سلمہ بن اکوعؓ سے مرفوع حدیث پیش کیا جس سے دن چڑھے روزے کی نیت کرنا ثابت ہوتا ہے۔

صبح صادق کے بعد کھانے پینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے:۔قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

''وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ'' ترجمہ:۔اور کھاؤ اور پیو جب تک کہ صاف نظر آئے تم کو دھاری سفید صبح کی جُدا دھاری سیاہ سے پھر پورا کرو روزہ کو رات تک۔(سورہ بقرہ پارہ ۲ آیت ۱۸۷)

نص صریح سے ثابت ہے کہ روزہ کیلئے ضروری ہے کہ صبح صادق سے غروب آفتاب تک کچھ نہ کھائے پیئے۔ابوداؤد کی روایت ہے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ''تم میں سے جب کوئی اذان کی آواز سنے برتن اسکے ہاتھ میں ہو تو برتن کو نہ رکھے یہاں تک کہ اپنی حاجت پوری کر لے۔(ابوداؤد ص ۳۲۱)

اس روایت کے بارے میں شارحین حدیث کہتے ہیں کہ یہ اُس اذان کے بارے میں ہے جو رات میں ہوتی تھی چنانچہ سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کرتی ہیں ''حضرت بلالؓ رات رہے اذان دیا کرتے تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ کھاتے پیتے رہو جب تک کہ حضرت ابن اُمّ مکتومؓ اذان نہ کہیں کیونکہ حضرت ابن اُمّ مکتومؓ اُس وقت تک اذان نہیں دیتے جب تک کہ صبح صادق نہیں ہو جاتی''(بخاری شریف ص ۲۵۷ ج ۱)۔دیار ہند میں فجر اذان صبح صادق کے بعد ہوتی ہے اس لئے اگر کوئی صبح صادق کے بعد یعنی اذان سن کر بھی کھاتا پیتا رہے گا تو اس کا روزہ نہ ہوگا۔

کثرت عبادت مسنون ہے

ماہ رمضان المبارک چونکہ خیر و برکات کا موسم بہار ہے۔اس ماہ مقدس میں ایک نفل کا ثواب فرض کے برابر ہے اور ایک فرض کا ثواب ستر فرائض کے برابر کر دیا جاتا ہے۔اس لئے اللہ والے ان مبارک گھڑیوں کو غنیمت سمجھتے ہیں اور کوشش کرتے ہیں کہ کوئی لمحہ بھی ضائع نہ ہو۔خود حضور اکرم ﷺ کا طرز عمل بھی اس مہینے میں یہی تھا۔سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ رمضان المبارک کے شروع ہوتے ہی کمرِ ہمّت کس لیتے تھے اور جب تک رمضان المبارک گذر نہیں جاتا آپ ﷺ بستر پر تشریف نہ لاتے (شعب الایمان للبیہقی ص ۱۱۰ ج ۲)

www.ownislam.com

مسنون نماز تراویح

تراویح:۔''سمیت الصلوٰۃ فی الجماعۃ فی لیالی رمضان التراویح.

ترجمہ:جونماز جماعت کے ساتھ رمضان کی راتوں میں پڑھی جاتی ہے اس کا نام تراویح ہے'' (فتح الباری ص:۸۷ا ج:۴)

☆ رمضان المبارک کی رات کی باجماعت نماز جسے تراویح کے نام سے یاد کیا جاتا ہے وہ بھی بڑی خیر و برکت کی چیز ہے۔

☆ حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو رمضان میں (رات کو) ایمان و یقین کے ساتھ قیام کرتا ہے تو اس کے پچھلے گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔'' (بخاری شریف ص ۲۵۵ ج ا)

☆ جمیع اہلسنت والجماعت کا بیس رکعات تراویح کے مسنون ہونے پر اجماع ہے۔

☆ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ''بے شک رسول اللہ ﷺ رمضان المبارک میں بیس رکعات اور وتر پڑھا کرتے تھے''

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۲۲۵ مسند عبد حمید ص ۳۹۴ ج ۲ اور معجم بغوی۔ معجم کبیر)

☆ حضرت عبدالرحمٰن بن عبدالقاری سے مروی ہے کہ میں حضرت عمر بن خطابؓ کیساتھ رمضان کی ایک رات میں مسجد نبوی کی جانب نکلا تو لوگ مختلف گروہوں میں بٹے ہوئے نظر آئے کوئی خود نماز پڑھ رہا تھا کوئی کچھ لوگوں کیساتھ لے کر پڑھ رہا تھا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اگر میں ان لوگوں کو ایک امام کے پیچھے جمع کر دوں تو بہت عمدہ ہوتا..... حضرت ابی بن کعبؓ کی امامت میں سب کو جمع کر دیا۔ (صحیح بخاری شریف ص ۲۶۹ ج ا، موطا امام مالک ص ۴۲)

☆ حضرت عمر بن خطابؓ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ انہیں بیس رکعات پڑھائے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۲۲۵)

☆ حضرت سائب بن یزیدؓ سے صحیح سند کیساتھ روایت ہے کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں لوگ بیس رکعات پڑھا کرتے تھے (سنن کبریٰ بیہقی ج ۲ ص ۴۹۶)

حضرت سائب بن یزیدؓ کا یہ اثر یزید بن خصیفہ کے طریق سے سب سے زیادہ صحیح ہے۔

حضور اکرم ﷺ کا عمل رمضان المبارک کے مہینے میں بیس رکعات اور وتر پڑھنے کا نقل کیا گیا ہے صحیح روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ خلفائے راشدین اور صحابۂ کرام کا اجماع بیس رکعات تراویح پر تھا نیز اُمّت مسلمہ عملاً خیر القرون سے ساڑھے بارہ سو برس تک بیس رکعات تراویح پر مجتمع رہی ہے مذکورہ عرصہ میں دنیا کی کسی مسجد کا نام تک نہیں پیش کیا جا سکتا جس میں صرف ''آٹھ رکعات'' تراویح پڑھی جاتی ہو۔ عملاً رکعات کا یہ اختلاف نو زائیدہ ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ''تم میں سے جو میرے بعد زندہ رہے گا وہ عنقریب بہت اختلاف دیکھے گا پس میری سنّت اور خلفائے راشدین کی سنّت کو لازم پکڑنا جو کہ ہدایت یافتہ ہیں۔ اسے خوب مضبوطی سے پکڑے رہو۔'' (ابوداؤد ص ۱۹۵ ج ۲۔ ترمذی ص ۹۰ ج ۲۔ ابن ماجہ ص ۵)

بیس رکعات پر اجماع:۔ خلیفۂ ثانی حضرت عمرؓ کے عہد میں بیس رکعات تراویح پر اجماع ہو گیا، اور بلادِ اسلامیہ میں اسی پر عمل قرار پا گیا۔

خلیفۂ ثالث حضرت عثمانؓ اور خلیفۂ رابع حضرت علیؓ کے دور میں بھی بیس رکعات پر عمل رہا۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ جمہور امت کے نزدیک بیس رکعات تراویح ''سنت'' ہے تو پھر خلفاءِ راشدین کے عہد کے آثار کو ''سنت'' کیلئے کیوں دلیل بنا

www.ownislam.com

یا گیا؟اس کا جواب یہ ہے کہ حضورﷺ کی حدیث "عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَآءِ الرَّا شِدِیْنَ الْمَهْدِ یِّیْنَ یعنی تم پر لازم ہے میری سنت اور ہدایت یا فتہ خلفاء کی سنت" کے تحت بیس رکعات تراویح بھی سنت تسلیم کی گئی۔ کیونکہ حضورﷺ نے خلفاءِ راشدین کے طریقہ کو بھی سنت کہا ہے۔ مزید یہ کہ اس پر صحابہ کا اجماع بھی ہو گیا۔

بیس رکعت کا چھوڑنے والا گنہگار ہوگا:۔ تراویح میں بیس رکعات سنت مؤکدہ ہیں اسلئے کہ ان پر خلفائے راشدین نے مواظبت فرمائی ہے اور پہلے بتایا جا چکا ہے کہ خلفائے راشدین کی سنت بھی واجب الاتباع ہے اور اس کا چھوڑنے والا گنہگار ہے۔ لہذا جو شخص آٹھ رکعت پر اکتفا کرے وہ بُرا کام کرنے والا ہے کیوں کہ اس نے خلفائے راشدین کی سنت ترک کر دی.....سنت مؤکدہ کا تارک گنہگار ہوگا۔ (تحفۃ الاخیار، ص:۲۰۹)

تہجد کا اہتمام:۔ نماز تراویح اور نماز تہجد دونوں علیحدہ علیحدہ ہیں۔ حضرت عمر فاروق اعظمؓ تراویح کے بعد تہجد کی ترغیب دیا کرتے تھے کہ "وہ نماز (تہجد) جس سے تم سو جاتے ہو وہ افضل ہے اس نماز (تراویح) سے جو تم پڑھتے ہو"۔ (صحیح بخاری، ص:۲۶۹ ج:۱)

www.ownislam.com

www.ownislam.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسنون طریقۂ قربانی

قربانی کی اصل تقویٰ ہے:- اللہ رب العزت فرماتا ہے: لن ینال لحومھا ولا دما وھا ولکن ینا لہ التقو یٰ منکم. ترجمہ: اللہ کے پاس نہ ان کا گوشت پہنچتا ہے اور نہ ان کا خون لیکن اسکے پاس تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے۔ (پارہ ۱۷، سورۃ حج، آیت ۳۷)

قربانی حضرت ابراہیمؑ کا طریقہ (سنت) ہے اور اس کا ثواب ہر بال کے بدلے میں ایک نیکی ہے:- حضرت زید ابن ارقمؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب نے دریافت کیا: یارسول اللہ ﷺ: یہ قربانی کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ''تمہارے باپ ابراہیمؑ کا طریقہ (ان کی سنت) ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! پھر اس میں ہمارے لے کیا ثواب ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ''ہر بال کے بدلے نیکی ہے۔ انھوں نے عرض کیا کہ پس صوف کے بارے میں کیا حکم ہے یارسول اللہ ﷺ؟ فرمایا صوف (دنبہ، بھیڑ یا اور اونٹ کے اون) کے ہر بال کے بدلے میں ایک نیکی ہے۔

(ابن ماجہ ج ۲ ص ۲۳۳، احمد بحوالہ مشکوۃ ج ۱ ص ۹۲۱)

قربانی سب سے زیادہ محبوب عمل ہے:- حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''قربانی کے دن ابن آدم کا کوئی عمل نہیں جو خدا کے نزدیک خون بہانے (یعنی قربانی کرنے) سے زیادہ محبوب ہو وہ ذبح کیا ہوا جانور قیامت کے دن اپنے سینگ، بالوں اور کھروں کے ساتھ آئے گا اور قربانی کا خون قبل اس کے کہ زمین پر گرے بارگاہ خداوندی میں قبول ہوتا ہے لہٰذا تم اس کی وجہ سے (قربانی کر کے) اپنے نفس کو خوش کرو۔

(ترمذی ج ۱ ص ۲۷۵، ابن ماجہ ۲ ص ۲۳۳)

قربانی واجب ہے:- ہر صاحب نصاب کی طرف سے قربانی واجب ہے۔ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ گھر میں ایک قربانی ہو جانا کافی ہے لیکن خوب یاد رکھنا چاہئے کہ گھر کے جتنے افراد پر قربانی واجب ہو، اُن میں سے ہر ایک کی طرف سے (ایک حصہ) قربانی کرنا واجب ہے۔ مثلاً اگر میاں بیوی دونوں صاحب نصاب ہوں تو دونوں کی طرف سے قربانی (کا حصہ) لازم ہے۔ اسی طرح اگر باپ بیٹا دونوں صاحب نصاب ہوں تو خواہ اکٹھے رہتے ہوں مگر ہر ایک کی طرف سے الگ الگ قربانی (کا حصہ) واجب ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص کو وسعت حاصل ہو اور وہ قربانی نہ کرے تو ہماری عیدگاہ میں نہ آئے۔

(ابن ماجہ ج ۲ ص ۲۳۲، احمد و ابن ابی شیبہ و اسحاق ابن راہویہ و ابو یعلیٰ موصلی و دار قطنی و حاکم بحوالہ الزیلعی ج ۲ ص ۲۷۳)

مرحومین کی طرف سے اور غیر صاحبِ نصاب کی طرف سے بھی قربانی جائز ہے:- ابوداؤد ج ۲ ص ۳۸۵، اور ترمذی ج ۱ ص ۲۷۵ کی روایات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ میت کی طرف سے قربانی کرنا جائز ہے۔

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ مدینہ منورہ میں دس سال قیام فرما رہے اور (ہر سال) قربانی کرتے تھے۔ (ترمذی ج ۱ ص ۲۲۷)

امت کو حضور ﷺ کی طرف سے قربانی کرنے کی سعادت کا موقع حاصل ہے:- حضرت علیؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ ان کی طرف سے قربانی کروں لہٰذا میں ان کی طرف سے ہمیشہ قربانی کرتا ہوں۔ (ابوداؤد ج ۲ ص ۳۸۵، ترمذی ج ۱ ص ۲۷۵، مسند احمد ج ۱ ص ۱۰۷)

کس عمر کے جانور کی قربانی کرنی جائز ہے:- حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم (قربانی میں صرف) مسنہ جانور ذبح

www.ownislam.com

کرو، ہاں اگر مسنہ نہ پاؤ تو پھر بھیڑ یا دنبہ کا جذعہ ذبح کرلو۔ (مسلم ج۲ص۱۵۵)

اونٹ پانچ سال کا، گائے، بیل اور بھینس دو سال، بکری، بھیڑ، دنبہ ایک سال کا ''مسنہ'' کہلاتا ہے۔

قربانی کے حصّے :- قربانی کے جانور اونٹ، گائے، بیل، بھینس میں سات حصّے ہوتے ہیں۔ حضرت جابرؓ سے روایت ہیکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا (قربانی کیلئے) ایک گائے اور ایک اونٹ سات آدمیوں کی طرف سے کافی ہے۔ (مسلم ج۱ص۴۲۴، ابوداود۲ص۳۸۸)

فربہ جانوروں کی قربانی بہتر ہے:- حضرت ابوسعیدؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایسے سینگ دار فربہ دنبہ کی قربانی کرتے تھے جو سیاہی میں دیکھتا تھا یعنی اسکی آنکھوں کے گرد سیاہی کھاتا تھا یعنی اس کا منہ بھی سیاہ تھا اور سیاہی میں چلتا تھا یعنی اس پاؤں بھی سیاہ تھے۔

(ترمذی ج۲ص۲۷۵، ابوداؤد ج۲ص۳۸۶، نسائی ج۲ص۲۰۴، ابن ماجہ ج۲ص۲۳۳)

کیسے جانوروں کی قربانی جائز نہیں:- اندھے، کانے، لنگڑے، ٹوٹے ہوئے سینگ والے اور کان کٹے ہوئے جانوروں کی قربانی جائز نہیں ہے۔

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے کہ ہم ایسے جانوروں کی قربانی کریں جس کے سینگ ٹوٹے ہوئے ہوں اور کان کٹے ہوئے ہوں۔ (ابن ماجہ، ج۲ص۲۳۴، ابوداود ج۲ص۳۸۸، ترمذی ج۱ص۲۷۵۔۲۷۶)

ایّام قربانی:- قربانی کے تین دن ہیں۔ دسویں، گیارہویں اور بارہویں ذالحجّہ۔

حضرت نافعؒ روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا بقرعید کے دن کے بعد قربانی دو دن ہیں۔ امام مالکؒ نے یہ روایت نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ مجھے حضرت علیؓ ابن ابی طالب سے بھی اس قسم کی روایت پہنچی ہے۔ (مؤطا امام مالک ص۱۸۸۔۱۸۹، مشکوۃ ج۱ص۱۲۹)

ذبح کے وقت کن چیزوں کی رعایت ضروری ہے

(۱) جانور کو ذبح کرنے سے پہلے چارہ کھلائے پانی پلائے (بھوکا پیاسا) رکھنا مکروہ ہے (۲) مذبح (جائے ذبح) میں لے جاتے وقت گھسیٹ کر لے جانا مکروہ ہے (۳) آسانی سے گرائے بیجا سختی کرنا مکروہ ہے (۴) قبلہ رُخ بائیں کروٹ لٹائے (کہ جان بآسانی نکلے) اسکے خلاف کرنا مکروہ ہے (۵) چار پیروں میں سے تین باندھے (۶) چھری تیز رکھے، کُند چھری سے ذبح کرنا مکروہ ہے (۷) چھری کرنا ہو تو جانور سے چھپا کر تیز کریں جانور کے سامنے تیز کرنا مکروہ ہے (۸) جانور کو لٹانے سے پہلے چھری تیز کرلیں بعد میں چھری تیز کرنا مکروہ ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ ایک شخص ایک جانور کو پچھاڑ کر چھری تیز کرنے لگا یہ دیکھ کر آپ ﷺ نے فرمایا ''تم بکرے کو ایک سے زائد موت دینا چاہتے ہو (۹) ایک جانور کے سامنے دوسرا جانور ذبح کرنا مکروہ ہے (۱۰) لٹانے کے بعد فوراً ذبح کرے بے فائدہ دیر کرنا مکروہ ہے (۱۱) سختی سے ذبح نہ کرے کہ سر الگ ہو جائے یا حرام مغز (گردن کے اندر کی سفید رگ) تک چھری اتر جائے کہ یہ مکروہ ہے۔ (۱۲) گردن کے اوپر سے ذبح کرنا مکروہ اور منع ہے کیونکہ اس میں جانور کو زائد از ضرورت ایذا رسانی ہے۔ (۱۳) ذبح کے بعد جانور سرد ہونے سے پہلے گردن علیحدہ نہ کرے اور نہ چمڑا اتارے کہ یہ مکروہ ہے۔ (ہدایہ، درِمختار شامی وغیرہ۔)

مذکورہ بالا احکام قربانی کے جانور کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ ہر ذبح کے لئے ہے۔

www.ownislam.com

قربانی کا طریقہ

قربانی عبادت ہے اسلئے اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا افضل ہے۔ جب قربانی کرے تو جانور کو قبلہ رخ لٹا کر یہ دعا پڑھے۔

اِنِّی وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَالسَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ عَلٰی مِلَّۃِ اِبْرَاھِیْمَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ. اَللّٰھُمَّ مِنْکَ وَلَکَ عَنْ (عن کے بعد اس کا نام لیوے جس کی طرف سے ذبح کر رہا ہو اور اگر اپنی طرف سے ذبح کر رہا ہو تو اپنا نام لیوے) اس کے بعد بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہہ کر ذبح کر دے۔ (احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ، دارمی، ترمذی بحوالہ مشکوٰۃ ص ۱۲۸)

قربانی کے بعد کی دعا

"اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلْہُ کَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ حَبِیْبِکَ مُحَمَّدٍ وَّ خَلِیْلِکَ اِبْرَاھِیْمَ عَلَیْہِ السَّلَامُ" ترجمہ: "اے اللہ اس قربانی کو مجھ سے قبول فرما جیسے کہ آپ نے قبول کیا اپنے حبیب حضرت محمد ﷺ سے اور اپنے خلیل حضرت ابراہیم علیہ وعلیٰ نبینا الصلوٰۃ والسلام سے۔"

قربانی کے بعد کی دعا کا ثبوت

مشکوٰۃ شریف "باب فی الاضحیۃ" میں صحیح مسلم کی روایت سے حضرت عائشہؓ کی حدیث ذکر کی ہے کہ "آنحضرت ﷺ نے ایک سیاہ رنگ کا سینگوں والا مینڈھا ذبح فرمایا پھر یہ دعا فرمائی " بسم اللہ اللّٰھم تقبل من محمد و آل محمد ومن اُمۃ محمد" (ص ۱۲۷)

اور اسی کتاب میں ہی بروایت احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ، ترمذی اور دارمی حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث نقل کی ہے کہ "آنحضرت ﷺ نے قربانی کرتے ہوئے یہ دو آیتیں پڑھیں: " اِنِّی وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَالسَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ عَلٰی مِلَّۃِ اِبْرَاھِیْمَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ " اور " قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ. اور پھر یہ دعا پڑھی: "اللھم منک ولک عن محمد و اُمۃ" اور پھر "بسم اللہ اللہ اکبر" کہہ کر ذبح فرمایا۔ اور مجمع الزوائد (۴۔۲۱) میں اس مضمون کی اور بھی متعدد احادیث ذکر کی ہیں۔ اس سے قطع نظر آیتِ کریمہ "ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم" سے واضح ہوتا ہے کہ قبولیت کی دعا خود بھی مطلوب ہے۔

فتاوے

حلال جانور کی سات چیزیں کھانا منع ہے:۔ سات چیز حلال جانور کی کھانا منع ہے (۱) ذکر (نر کی پیشاب گاہ) (۲) فرج مادہ (مادہ کی پیشاب گاہ) (۳) مثانہ (۴) غدود یعنی حرام مغز جو پشت کے مہرے میں ہوتا ہے (۵) خصیہ (۶) پتہ (مرارہ) جو کلیجی میں تلخ پانی کا ظرف ہے (۷) بہنے والا خون قطعی حرام ہے۔ باقی سب اشیاء حلال ہیں۔

قربانی میں عقیقہ کا حصہ درست ہے:۔ عقیقہ ساتویں روز مستحب ہے۔ لیکن اگر عقیقہ نہ کر سکا تو قربانی کے بڑے جانور میں عقیقہ کا حصہ رکھنے میں کوئی حرج نہیں (فتاویٰ رحیمیہ ج ۲ ص ۸۰)۔ [بڑے جانور میں عقیقہ کے لیے لڑکے کا دو حصہ اور لڑکی کا ایک حصہ ہوگا۔]

www.ownislam.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قربانی کے ایام تین دن ہیں

قربانی کے ایام تین دن (۱۰ویں، ۱۱ویں، ۱۲ویں ذی الحجہ) ہیں اس پر اجماع ہے اس کے خلاف نہ حضور اکرم ﷺ کے کسی فعل سے ثابت ہے اور نہ ہی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین و کبار تابعینؒ (جو حضور کے زمانے میں پیدا ہوئے) سے اس کے خلاف سنا گیا۔

تین دن قربانی کی روایت اَصَحّ الاسانید سے، حضرت ابن عمرؓ، سند جید سے حضرت ابن عباسؓ، سند صحیح سے حضرت انسؓ اور سند حسن سے حضرت علیؓ، حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت عمرؓ سے مروی ہے۔

(۱) حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ ''قربانی یوم الاضحیٰ اور اس کے بعد دو دن ہے اور امام مالکؒ نے فرمایا کہ ان تک اسی کے مثل حضرت علیؓ سے بھی روایت پہونچی ہے۔'' (مؤطا امام مالک، ص: ۱۸۸، ۱۸۹)

(۲) حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ ''قربانی یوم النحر اور اس کے بعد دو دن ہے۔''

(طحاوی فی احکام القرآن بحوالہ اعلاء السنن ص ۲۳۲ ج ۱۷)

(۳) حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ''قربانی یوم النحر اور اس کے بعد دو دن ہے۔''

(المحلیٰ ص ۳۷۷ ج ۷)

(۴) حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ ''قربانی تین دن ہے اور اس کا افضل دن پہلا دن ہے۔''

(ابن ابی لیلیٰ بحوالہ اعلاء السنن ص ۲۳۲ ج ۱۷)

(۵) حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے تھے کہ ''قربانی تین دن ہے۔''

(بطریق ابن ابی شیبہ بحوالہ اعلاء السنن ص ۲۳۲ ج ۱۷)

(۶) حضرت عمر بن الخطابؓ فرماتے تھے کہ ''بے شک قربانی انھیں تین دنوں میں ہے۔''

(بطریق ابن ابی شیبہ بحوالہ اعلاء السنن ص ۲۳۲ ج ۱۷)

www.ownislam.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

غیر مقلدین کے حیرت انگیز عقائد ونظریات

غیر مقلدین اہل سنت والجماعت سے الگ اور حیرت انگیز نظریات رکھتے ہیں چاہے وہ عقائد ہوں یا عبادات یا مسائل۔ صرف چند ملاحظہ ہوں۔

جمیع اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہیکہ اللہ تعالیٰ کی ذات لامحدود ہے اور وہ مکان وزمان سے پاک ہے۔ لیکن اسکے برخلاف غیر مقلدین کا عقیدہ ہے کہ ○ اللہ تعالیٰ کا مکان عرش ہے۔ متکلمین کا یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ کسی جہت اور مکان میں نہیں رہتا ہے از روئے شرع وعقل باطل ہے، کیونکہ ہر موجود مکان چاہتا ہے۔

جمیع اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ حاضر وناظر ہے اور اسی عقیدہ کی بنیاد پر خوف خدا اور آخرت کی فکر ہوتی ہے لیکن اس کے برخلاف غیر مقلدین کا عقیدہ ہے کہ ○ اللہ تعالیٰ حاضر وناظر نہیں ہے۔

جمیع اہل سنت والجماعت کا موقف ہے کہ جب حج کیلئے جائے تو حضور اکرم ﷺ کے روضۂ اطہر کی زیارت بھی کرنا چاہئے بغیر زیارت کے آجانا شقی القلبی اور احسان فراموشی ہے۔ لیکن اس کے برخلاف غیر مقلدین کا عقیدہ ہے کہ ○ صرف کسی جگہ کی طرف جس میں قبر نبوی بھی داخل ہے ثواب کی نیت سے سفر کرنا جائز نہیں۔

جمہور علماء کا موقف ہے کہ حرمتِ مصاہرت کی بنیاد پر محارم سے نکاح جائز نہیں چاہے وہ محارم نکاح سے ہوں یا غیر نکاح (زنا) سے ہوں۔ لیکن غیر مقلدین حرمت مصاہرت کا انکار کرتے ہیں اور نتیجے میں گمراہ کن مواقف رکھتے ہیں۔ ملاحظہ ہو

ایک مرد اور ایک عورت بغیر نکاح (یعنی زنا) کے ساتھ رہتے ہیں۔ اگر اس عورت کو لڑکی اور لڑکا پیدا ہوتے ہیں تو

○ (۱) وہ بھائی بہن نکاح کر سکتے ہیں۔ ○ (۲) وہ ماں اپنے بیٹے سے نکاح کر سکتی ہے۔ ○ (۳) وہ باپ اپنی بیٹی سے نکاح کر سکتا ہے۔

جمیع اہل سنت والجماعت کے نزدیک صحابہ کرامؓ اجمعین کا قول وفعل حجت ہے۔ اسلام میں بہت سے مسائل وعقائد وغیرہ صحابہ کرامؓ اجمعین کے اقوال وافعال سے استنباط کئے گئے ہیں بلکہ اسلام کے تقریباً تمام شعبوں میں ان ہی سلف صالحین سے مسائل کا استنباط کیا گیا ہے لیکن اس کے برخلاف غیر مقلدین کا موقف ہے کہ ○ اقوال وافعال صحابہ حجت نہیں چنانچہ غیر مقلدین لکھتے ہیں ''اصول میں یہ بات طئے ہوگئی ہے کہ صحابہ کا قول حجت نہیں'' نیز یہ بھی لکھتے ہیں ''صحابہ کا اجتہاد امت میں سے کسی فرد پر حجت نہیں۔''

اس بات پر اہل سنت والجماعت کا اجماع ہے کہ تمام صحابہ کرام ساری امت میں سب سے افضل ہیں، بعد میں آنے والا کوئی فرد کسی مقام پر بھی پہنچ جائے لیکن کسی معمولی سے معمولی صحابی سے بھی افضل نہیں ہوسکتا۔ لیکن اس کے برخلاف غیر مقلدین کا موقف ہے کہ ○ صحابہ کرام کے بعد آنے والے اس امت کے بہت سے علماء۔ عوام صحابہ سے افضل تھے علم میں، معرفت الٰہی میں اور سنت کے پھیلانے میں اور یہ ایسی بات ہے جس کا کوئی بھی عقلمند انکار نہیں کرسکتا ○ لیکن یہ ممکن ہے کہ اولیائے کرام کو دوسری وجوہ سے ایسی فضیلت حاصل ہو جو صحابیوں کو حاصل نہ ہو۔

www.ownislam.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آپ کیا ترک کریں گے.....غیر مقلدیت یا اسلام؟

آپ (تمام غیر مقلدین چاہے وہ فرقۂ اہل حدیث ہو یا غرباء، ثنائیہ، محمدی، سلفی، اثریہ، اہلِ قرآن، جماعت المسلمین یا آئی آر ایف والے ہوں یا کوئی اور ہو) کے دعوے ہیں کہ ''ہم صرف قرآن کریم اور صحیح احادیث پر عمل کرتے ہیں۔'' ''ہمارا ہر عمل قرآن یا حدیث سے مدلل ہے۔''

آپ کے یہ دعوٰے جھوٹے ہیں کیوں کہ بغیر شرعی تقلید کے اسلام پر عمل نہیں کیا جا سکتا۔ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے (۱) ایمان (۲) نماز (۳) روزہ (۴) زکوٰۃ (۵) حج۔ تمام ارکان کا جائزہ بعد میں لیا جائے'' آپ صرف ایک رکعت نماز بغیر تقلید کے پڑھ کر بتا دیجئے۔

آپ تمام غیر مقلدین علماء اور غیر علماء سے آسان مطالبہ ہے کہ درج ذیل امور کی دلیل میں صرف ایک ایک حدیث پیش کیجئے۔

(۱) امام تکبیرات بلند آواز سے کہتا ہے۔ اور آپ حضرات آہستہ سے کہتے ہیں۔

(۲) امام سورۂ فاتحہ بلند آواز سے پڑھتا ہے۔ اور آپ حضرات آہستہ سے پڑھتے ہیں۔

(۳) امام جب ''ولا الضآلین'' کہتا ہے تو آپ حضرات ''مقتدی'' بلند آواز سے آمین کہتے ہیں۔

(۴) آپ حضرات جب بھی قیام کی حالت میں ہوتے ہیں تو ہاتھ باندھتے ہیں لیکن قومہ میں (رکوع سے اٹھنے کے بعد) ہاتھ چھوڑ دیتے ہیں۔

(۵) رکوع میں امام بھی اور آپ حضرات بھی آہستہ سے ''سبحان ربی العظیم'' کہتے ہیں۔

(۶) سجدہ میں امام بھی اور آپ حضرات بھی آہستہ سے ''سبحان ربی الاعلیٰ'' کہتے ہیں۔

مذکورہ امور کی دلیل میں قرآن کریم کی کوئی آیت یا کوئی حدیث موجود نہیں ہے اس کے بعد بھی آپ اس پر عمل کرتے ہیں اور جو صرف تعامل سلف یعنی شرعی تقلید کی بناء پر ہے جب کہ تقلید آپ کے نزدیک شرک ہے۔ اسلئے آپ (تمام غیر مقلدین) بغیر دلیل کے نماز نہیں پڑھ سکتے، ورنہ آپ شرک کریں گے۔ یاد رکھئے اللہ تعالیٰ شرک کو معاف نہیں فرمائیگا باقی جس گناہ کو چاہے معاف فرما دیگا۔ اسلئے اب آپ کو فیصلہ کرنا ہے کہ

آپ غیر مقلدیت کو چھوڑیں گے یا نماز کو؟

کیا مذکورہ امور میں آپکے پاس دلیلیں (صحیح صریح احادیث) ہیں؟ اگر جواب ''ہاں'' میں ہے تو احادیث پیش کیجئے۔ اور اگر جواب ''نہیں'' میں ہے تو تحریر فرمائیں: آپ غیر مقلدیت چھوڑیں گے یا اسلام؟

www.ownislam.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

غیر مقلدین کا مسلک دھوکہ یا جہالت پر مبنی ہے کیونکہ ''وہ جو کہتے ہیں کرتے نہیں''

جمیع اہل سنت والجماعت کے نزدیک ادلۂ شرعیہ چار ہیں (۱) کتاب اللہ (۲) سنتِ رسول اللہ ﷺ (۳) اجماع (۴) قیاس یا اجتہاد۔ جیسی دلیل ہوتی ہے ویسا ہی حکم ہوتا ہے اگر دلیل قطعی الدلالہ ہے تو فرض، اگر دلیل ظنی ہو تو واجب، اگر احادیثِ ضعیفہ ہوں تو سنن زوائد، اور اگر دلائل غیر نبی (اقوال وافعال سلف صالحین) سے ہو تو مستحب وغیرہ۔

اس کے برخلاف غیر مقلدین دعویٰ کرتے ہیں کہ ''ہم صرف صحیح احادیث پر عمل کرتے ہیں۔'' جب کہ ایسا نہیں ہے بے شمار اعمال ایسے ہیں جن کی دلیل میں غیر مقلدین کے پاس اصول حدیث کی رو سے کوئی صحیح حدیث موجود نہیں ہے۔ کیونکہ صحیح حدیث کی پانچ شرائط ہیں (۱) متصل (۲) عادل (۳) تام الضبط (۴) غیر شاذ (۵) غیر معلل۔

صرف وضو، اذان اور نماز کے تعلق سے غیر مقلدین کے ہم ایسے معمولات پیش کرتے ہیں جن کی دلیل میں غیر مقلدین کے پاس کوئی صحیح حدیث موجود نہیں ہے اسکے بعد بھی وہ ان پر عمل کرتے ہیں (یہ سرسری جائزہ ہے اگر بالتفصیل جائزہ لیا جائے تو ان کی تعداد پتہ نہیں کہاں تک پہنچے گی)۔

(۱) کانوں کا مسح اس طرح کہ دونوں ہاتھوں کی شہادت کی انگلیاں دونوں کانوں کے سوراخ میں ڈال کر کانوں کی پیٹھ پر انگوٹھوں سے مسح کرتے ہیں۔

(۲) کانوں کے مسح کے لئے پانی لیتے ہیں۔

(۳) پاؤں کی انگلیوں کا خلال کرتے ہیں۔

(۴) سوجانے پر نیا وضو کرتے ہیں۔

(۵) قے ہوجانے پر نیا وضو کرتے ہیں۔

(۶) پیروں کے مسح کے سلسلہ میں پانچوں انگلیاں دائیں اور بائیں ہاتھ کی تر کر کے دونوں پاؤں کے پنجوں سے شروع کر کے ٹخنوں کے اوپر تک کھینچتے ہیں۔

(۷) ان کے نزدیک جن چیزوں سے وضو ٹوٹ جاتا ہے ان سے مسح بھی ٹوٹ جاتا ہے۔

(۸) انکے نزدیک جرابوں اور جوتیوں پر مسح کرنا جائز ہے۔

(۹) سر کا مسح جو کہ وضو میں فرض ہے صرف عمامہ پر مسح ان کے نزدیک اس کا قائم مقام ہے۔

(۱۰) میت کا غسل دینے والا خود غسل کرے۔

(۱۱) اذان ٹھہر ٹھہر کر کہتے ہیں اور اقامت جلدی کہتے ہیں۔

(۱۲) شہادت کی دونوں انگلیاں دونوں کانوں کے سوراخوں میں دے کر اذان کہتے ہیں۔

(۱۳) حی علی الصلوٰۃ کہتے وقت دائیں طرف اور حی علی الفلاح کہتے وقت بائیں طرف مڑتے ہیں۔

(۱۴) فجر کی اذان میں حی علی الفلاح کے بعد الصلوٰۃ خیر من النوم کہتے ہیں۔

(۱۵) تشہد میں انگلی (سبابہ) سے اشارہ کرتے ہیں۔

www.ownislam.com

(۱۶)تکبیر کے لئے ہاتھ اٹھاتے وقت ہتھیلیوں کا رخ قبلہ کی طرف کرتے ہیں۔

(۱۷)ہاتھ اٹھاتے وقت انگلیاں کشادہ اور کھلی رکھتے ہیں۔

(۱۸)سینے پر ہاتھ باندھتے ہیں۔

(۱۹)عورتوں اور مرد کی نماز میں کوئی فرق نہیں کرتے۔

(۲۰)ثناء یعنی سبحا نک اللھم پڑھتے ہیں۔

(۲۱)مقتدی بلند آواز سے آمین کہتے ہیں۔

(۲۲)امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھتے ہیں۔

(۲۳)نماز میں امام کی قرأت میں آیات کا جواب دیتے ہیں۔

(۲۴)رکوع میں ہاتھوں کی انگلیوں کو گھٹنوں پر کشادہ رکھتے ہیں۔

(۲۵)رکوع میں سبحا ن ربی العظیم پڑھتے ہیں۔

(۲۶)سجدہ میں ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسرے سے ملا کر رکھتے ہیں۔

(۲۷)سجدہ میں سبحا ن ربی الا علیٰ پڑھتے ہیں۔

(۲۸)جلسہ میں دعا پڑھتے ہیں۔

(۲۹)جلسۂ استراحت کرتے ہیں۔

(۳۰)فجر کی جماعت میں شامل ہونے کے بعد اگر دو رکعت سنت باقی ہو تو اسے طلوع آفتاب سے قبل ہی پڑھتے ہیں۔

(۳۱)مغرب کی اذان کے بعد جماعت سے پہلے دو رکعت پڑھتے ہیں۔وغیرہ۔

مذکورہ امور میں غیر مقلدین کے قول و فعل میں تضاد ہے جب کہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے "یاایھاالذین آمنو ا لم تقو لو ن ما لا تفعلون کبر مقتاً عند ا لله ان تقولو اما لا تفعلون " ترجمہ:۔اے ایمان والو!ایسی بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو خدا کے نزدیک یہ بات بہت ناراضی کی ہے کہ ایسی بات کہو جو کرو نہیں (سورہ الصّف،آیت نمبر۲۔۳)۔

اگر غیر مقلدین جانتے بوجھتے ہوئے مذکورہ دعویٰ کرتے ہیں تو لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں اور اگر انجانے میں دعویٰ کرتے ہیں تو جہالت میں مبتلا ہیں۔

ایسا مسلک کیسے حق پر ہو سکتا ہے جو دھوکہ یا جہالت پر مبنی ہو؟

www.ownislam.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کیا حقیقت میں یہی حضور اکرم ﷺ کی نماز ہے؟

"صلوا کما رأیتمونی اصلی ترجمہ:۔نماز اس طرح پڑھو جس طرح تم نے مجھے پڑھتے ہوئے دیکھا ہے"

غیر مقلدین بخاری شریف کی اس روایت کو پیش کر کے دعویٰ کرتے ہیں کہ جو نماز وہ پڑھتے ہیں صرف وہی نماز حضور اکرم ﷺ کی نماز ہے۔ذیل میں غیر مقلدین کی نماز سے صرف وہ اُمور مذکور ہیں جنہیں دیکھ کر پہچان لیا جاتا ہے کہ نماز پڑھنے والا غیر مقلد ہے،لیکن بڑے تعجب کی بات ہے کہ ان امور کے دلائل فیصل ان کی کسی کتاب میں نہ تحریر ہیں اور نہ آج تک دنیا کا کوئی غیر مقلد پیش کر سکا،اب بھی دنیا کے تمام غیر مقلدین کو عام اجازت ہے کہ وہ درج ذیل سوالات کے جوابات دے کر دلائل فیصل پیش کر سکتے ہیں۔

(۱) کیا حضور ﷺ ننگے سر نماز پڑھتے تھے؟ اگر ایسا ہے تو صرف ایک صحیح صریح حدیث پیش کیجئے۔

(۲) کیا حضور ﷺ نماز میں اپنی ٹانگیں چیر کر کھڑے ہوتے تھے؟ (نعوذ باللہ من ذلک) اگر ایسا ہے تو صرف ایک صحیح صریح حدیث پیش کیجئے۔

(۳) کیا حضور ﷺ اپنے دونوں بازو پکڑ کر یا دونوں کہنیاں پکڑ کر یا دونوں ہاتھ بغل میں رکھ کر یا ایک ہاتھ بغل کے نیچے اور دوسرا ہاتھ بازو پر رکھ کر یا دونوں ہاتھ سینے پر رکھ کر نماز پڑھتے تھے؟ صحیح صریح حدیث پیش کیجئے۔

(۴) کیا حضور ﷺ "ولا الضالین" کہنے کے بعد چلا کر آمین کہتے تھے؟ صحیح صریح حدیث پیش کیجئے۔

(۵) کیا حضور ﷺ نے وصال تک رکوع کے وقت رفع یدین کیا؟ صحیح صریح حدیث پیش کیجئے۔

(۶) کیا حضور ﷺ قعدہ میں اپنی انگلی (سبابہ) کو مسلسل حرکت دیتے رہتے تھے؟ صحیح صریح حدیث پیش کیجئے۔

(۷) کیا حضور ﷺ کا معمول تھا کہ جماعت کی نماز کا سلام پھیرنے کے بعد دعا نہیں کرتے تھے، بلکہ فوراً کھڑے ہو جاتے تھے؟ اگر ایسا ہے تو صحیح صریح حدیث پیش کیجئے۔

تنبیہ: "صحیح صریح" کی شرط اس وجہ سے ضروری ہے کہ غیر مقلدین صرف "صحیح حدیث" پر عمل کے مدعی ہیں اور قیاس کے منکر ہیں اس لئے جو حدیث بھی پیش کریں وہ اصول حدیث کی رو سے "صحیح" ہو اور ایسی صریح بھی ہو کہ قیاس کی ضرورت نہ رہے بلکہ نفس مسئلہ الفاظ کے ساتھ مذکور ہو۔

دعوت الی الخیر: اگر مقلدین شرط کے مطابق حدیث نہ پیش کر سکیں (اور ہرگز نہیں پیش کر سکیں گے کیوں کہ مذکورہ امور میں "صحیح صریح" روایات کتب احادیث میں منقول نہیں ہیں) تو ہٹ دھرمی کر کے مساجد اور معاشرے میں فتنہ وفساد سے گریز کریں۔جمیع اہلسنت والجماعت جن مسالک اربعہ (حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی،) پر ہزار سال سے زائد عرصہ سے متفق ہیں، صرف قرآن اور حدیث کا نام استعمال کر کے اجماع امت کے خلاف نئے فرقوں کی بنیاد ڈال کر امت مسلمہ میں افتراق وانتشار کا بیج نہ بوئیں۔آج کے ایسے نازک دور میں جب کہ اقوام عالم اور باطل طاقتیں امت مسلمہ کے خلاف کمر بستہ ہیں اور اسلامی تہذیب وشعار کو مٹانے کیلئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہی ہیں، ہونا تو یہ چاہئے کہ مسالک اربعہ پر قائم رہیں اور اجماع واتفاق کے ذریعے طاغوتی قوتوں کے خلاف سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جائیں۔

www.ownislam.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

غیر مقلدین کی نماز.....بدعت یا شرک؟

روزمرہ کے وہ عملی مسائل جو حضور اکرم ﷺ سے لے کر آج تک اہل سنت والجماعت میں متواتر چلے آرہے ہیں انہیں تواتر تعامل (عملی تواتر) کہتے ہیں مثلاً وضو کا طریقہ، نماز کا طریقہ، میت کا غسل، کفن دفن وغیرہ۔

نماز کا ایک ایک عمل عبادت ہے اہمیت کا حامل ہے، نماز کے تمام اعمال واذکار تواتر عملی کے ذریعے ہی ہم تک پہونچے ہیں اور ہر زمانے میں نماز تواتر عملی کے ذریعے سے سیکھی سکھائی جاتی رہی لیکن تقریباً سوا سو سال سے ایک فرقہ (غیر مقلدین) وجود میں آیا ہے جو نماز کے ہر عمل پر حدیث کا مدعی ہے جب بھی کوئی غیر مقلد بنتا ہے تو اس کا پہلا کام یہ ہوتا ہے کہ وہ چودو سو سال سے پڑھی جانے والی نماز کو غلط کہے اور ایک نئی نماز غیر مقلدین کو دی جائے جو عملی تواتر سے ٹکراتی ہو اور مقلدین سے مطالبہ کرتا ہے کہ اپنی نماز کا ثبوت صحیح صریح مرفوع حدیث سے دیں اگر وہ حدیث نہ پیش کرسکیں تو انھیں مشرک کہتا ہے اور اپنی نماز کو حدیث کے مطابق اور مقلدین کی نماز کو خلاف حدیث ٹھہراتا ہے۔ بغور دیکھا جائے تو سمجھ میں آئے گا کہ نماز کے بہت سے اعمال ایسے ہیں جن کی دلیل میں کوئی حدیث موجود نہیں ہے وہ صرف تواتر عملی سے ہی کئے جاتے ہیں اور ان پر غیر مقلدین کا بھی عمل ہے ان میں سے چند درج ذیل ہیں۔

۱) تکبیر تحریمہ امام بلند آواز سے کہتا ہے اور یہ غیر مقلدین آہستہ آواز سے کہتے ہیں اس کی کوئی حدیث پیش نہیں کرتے۔

۲) رکوع میں آہستہ آواز سے سبحان ربی العظیم پڑھتے ہیں اس پر کوئی حدیث پیش نہیں کرتے۔

۳) رکوع سے اٹھتے وقت امام بلند آواز سے سمع اللہ لمن حمدہ کہتا ہے اور یہ آہستہ سے ربنا لک الحمد کہتے ہیں اس کی کوئی حدیث پیش نہیں کرتے۔

۴) رکوع سے اٹھنے کے بعد قومہ میں (جس وقت الحمد للہ حمدا کثیرا.... پڑھتے ہیں) دونوں ہاتھوں کو باندھتے نہیں بلکہ چھوڑ دیتے ہیں اسکی کوئی حدیث نہیں پیش کرتے۔

۵) سجدہ میں آہستہ سے سبحان ربی الاعلیٰ کہتے ہیں اس پر کوئی حدیث نہیں پیش کرتے۔

۶) امام بلند آواز سے السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہہ کر سلام پھیرتا ہے اور یہ آہستہ کہہ کر سلام پھیرتے ہیں اور اس پر کوئی حدیث نہیں پیش کرتے۔

۷) تمام تکبیرات انتقالیہ (اللہ اکبر) امام بلند آواز سے کہتا ہے اور یہ آہستہ آواز سے کہتے ہیں اس کی کوئی حدیث پیش نہیں کرتے۔

۸) جب دو سجدے امام کیساتھ کرتے ہیں یا تشہد میں امام کیساتھ ملتے ہیں تو دوبارہ سجدوں کی قضاء کرتے ہیں اور تشہد کی بھی، اس پر کوئی حدیث پیش نہیں کرتے

۹) نماز جنازہ میں تکبیر تحریمہ کے بعد اعوذ باللہ، سورہ فاتحہ، آمین پڑھتے ہیں پھر دوسری تکبیر کے بعد درود ابراہیمی پڑھتے ہیں تیسری تکبیر کے بعد دعائیں پڑھتے ہیں، چوتھی تکبیر کے بعد سلام پھیرتے ہیں۔ نماز جنازہ کی اس ترتیب کی دلیل میں کوئی صحیح صریح حدیث نہیں پیش کرتے۔

تنبیہ:- اگر غیر مقلدین کے پاس مذکورہ اعمال کی دلیل میں صحیح صریح مرفوع احادیث پیش کریں۔ صحیح اصول حدیث سے ہو۔ صریح جس میں نفس مضمون الفاظ کیساتھ مذکورہ ہو قیاس کی ضرورت نہ ہو۔ مرفوع حضور اکرم ﷺ سے براہ راست منقول ہو، موقوف یا مرسل وغیرہ نہ ہو۔ درج بالا اعمال جو کہ نماز میں ادا کئے جاتے ہیں وہ تمام عبادات ہیں جنہیں لغو اور بیکار کہنا نماز کی توہین ہے لیکن غیر مقلدین ان کی دلیل میں کوئی حدیث رسول ﷺ پیش نہیں کرسکتے سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ غیر مقلدین ان مذکورہ اعمال کو کس بنیاد پر ادا کرتے ہیں؟ اگر حدیث رسول ﷺ کی بجائے حدیث نفس (من مانی) پر عمل کرتے ہیں تو بدعت ہے اور اگر غیر نبی کے قول یا فعل کو دیکھ کر عمل کرتے ہیں تو تقلید ہے جسے وہ شرک کہتے ہیں لہذا غیر مقلدین وضاحت کریں کہ ان کی نماز بدعت ہے یا شرک؟

www.ownislam.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی روایات

● حضرت وائل بن حجرؓ سے روایت ہے کہ میں نے نبی ﷺ کو نماز میں داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھے ہوئے دیکھا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ "وضع الیمین علی الشمال" ج۳ ص۳۲۱ طبع کراچی)

● حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا، نماز میں ہتھیلی پر ہتھیلی ناف کے نیچے رکھا سنت ہے۔

(ابوداؤد حدیث ۷۵۶ ص ۱۲۷۹ الکتب الستہ طبع سعودیہ عربیہ، مسند احمد ج ۱: ص ۱۱۰ ابن ابی شیبہ "وضع الیمین علی الشمال" ج۳ ص۳۲۴، دار قطنی ۱/۲۸۶/۱۰/۹، سنن کبریٰ بیہقی ج ۲ ص ۳۱، مسند بزار ۱/۱۱۰)

● حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا نماز میں ہتھیلیوں کو ناف کے نیچے رکھا جائے۔

(ابوداؤد حدیث ۷۵۸ ص ۱۲۷۹ الکتب الستہ طبع سعودیہ عربیہ)

● حضرت حجاج بن حسانؒ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو مجلزؒ سے سنا (راوی کہتے ہیں) میں نے ان سے دریافت کیا کہ (حضور اکرم ﷺ ہاتھوں کو) کیسے رکھتے تھے، تو فرمایا کہ حضور ﷺ اپنے دائیں ہتھیلی کے اندرونی حصہ کو اپنے بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کے ظاہری حصہ پر رکھتے تھے اور ان دونوں کو ناف سے نیچے رکھ لیتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ "وضع الیمین علی الشمال" ج۳ ص۳۲۳)

اس روایت کی سند جید (بہت عمدہ) ہے۔

● حضرت ابراہیم نخعیؒ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نماز میں اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ "وضع الیمین علی الشمال" ج۳ ص۳۲۲)

اس روایت کی سند حسن ہے۔

www.ownislam.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

''مقتدی کا امام کے پیچھے قرأت کرنا مکروہ تحریمی ہے''

قرأت اصطلاح میں، قرآن شریف پڑھنے کو کہتے ہیں چاہے وہ سورۂ فاتحہ ہو یا کوئی اور سورہ یا آیت۔

(۱) مقتدی کو امام کے پیچھے بالکل خاموش رہنا اور کان لگائے رکھنا ضروری ہے۔ چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے: وَاِذَا قُرِءَ ی الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ. ترجمہ:۔ جب قرآن کریم پڑھا جائے تو اس کو غور سے سنو اور خاموش رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے (سورۂ اعراف پ:۹ آیت ۲۰۴)۔ ابن ہمام نے کہا کہ بیہقی نے امام احمدؒ سے نقل کیا کہ ''امت اسلامیہ کا اجماع واتفاق اس بات پر ہے کہ یہ آیت کریمہ نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے (بحوالہ تفسیر مظہری ج ۳ ص ۴۵۰، نصب الرایہ ج ۲ ص ۱۴)

(۲) وَعَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّؓ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ خَطَبَنَا فَبَیَّنَ لَنَا سُنَّتَنَا وَعَلَّمَنَا صَلَاتَنَا فَقَالَ اِذَا صَلَّیْتُمْ فَاَقِیْمُوْا صُفُوْفَكُمْ ثُمَّ لِیَؤُمَّكُمْ اَحَدُكُمْ فَاِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوْا (حدثنا اسحا ق بن ابراهیم قال انا جریر عن سلیمان التیمی کل هٰؤلاء عن قتادة فی هذا الا سناد) واذا قرأ فا نصتوا وَاِذَا قَالَ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ فَقُوْلُوْا آمِیْنَ یُجِبْكُمُ اللّٰهُ..... ترجمہ:۔ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ہمیں خطبہ دیا پس ہمارے لئے ہمارا طریقہ کار واضح فرمایا اور ہمیں ہماری نماز سکھائی، چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا جب تم نماز شروع کرو تو صفیں خوب اچھی طرح سیدھی کر لیا کرو، پھر تم میں کا ایک شخص امام بنے، پس جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو (اور بروایت جریر عن سلیمان عن قتادہ اس حدیث میں یہ اضافہ ہے کہ) اور جب وہ قرأت شروع کرے تو خاموش ہو جاؤ اور جب وہ غیر المغضوب علیهم ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو، اللہ تعالیٰ تمہاری دعاء کو قبول کرے گا..... (صحیح مسلم باب التشهد فی الصلوٰة ج ۱ ص ۱۷۴، مسند احمد ج ۴ ص ۴۱۰)

(۳) حضرت ابوھریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا ''امام اسلئے مقرر کیا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جاوے جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قرأت کرے تو تم خاموش رہو۔ (مسلم باب ائتمام الموم با لا مام ج ۱ ص ۱۷۷، ابوداؤد باب ا لامام لیصلی من تعوذ ج ۱ ص ۸۹، نسائی باب تا ویل قو له اذا قرئ القرآن ج ۱ ص ۱۴۶، ابن ماجہ باب اذا قرأ الامام فا نصتوا ص ۶۱، مصنف ابن ابی شیبہ ''فی ا لا مام اذا رفع راسه من الر کوع ،ما ذا یقول من خلفه'' ج ۲ ص ۴۵۸)

(۴) حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب امام قرأت کرے تو خاموش رہو (کتاب القرأة للبیهقی ص ۹۲)

www.ownislam.com

(۵) حضرت عمران بن حصینؓ سے روایت ہے ''رسول اللہ ﷺ نے ہم کو ظہر یا عصر کی نماز پڑھائی تو فرمایا کہ تم میں سے کس نے میرے پیچھے سبح اسم ربک الا علیٰ پڑھی تھی، ایک شخص نے کہا کہ میں نے پڑھی تھی، اور میں نے اس سے خیر کے سوا کسی چیز کا ارادہ نہیں کیا (آپ ﷺ نے فرمایا میں سمجھ رہا تھا کہ تم میں سے بعض نے اس میں مجھ سے منازعت کی'' (صحیح مسلم باب نهی الماموم عن جهره با لقرأة خلف اما مه ج ا ص ۱۷۲)

(۶) پانچ صحابۂ کرام سے حضور اکرم ﷺ کا یہ ارشاد مروی ہے ''جو شخص مقتدی بن کر نماز پڑھے تو امام کی قرأت اس کیلئے بھی قرأت ہے۔

(ابن ماجہ باب اذا قرأ الا مام فانصتوا ص ۶۱، مسند احمد ج ۳ ص ۳۳۹، موطا امام محمد ص ۹۷، کتاب الآثار ج ا ص ۲۰، نصب الرایہ ج ۲ ص ۶ تا ۱۳)

(۷) حضرت عطاء بن یسارؒ نے حضرت زید بن ثابتؓ سے دریافت کیا کہ امام کیساتھ مقتدی کو بھی قرأت کرنی چاہیئے یا نہیں؟ تو صحابی رسول ﷺ کاتب وحی حضرت زید بن ثابتؓ نے جواب دیا کہ کسی نماز میں مقتدی کو امام کیساتھ قرأت نہیں کرنی چاہیئے (صحیح مسلم باب سجود التلاوة ج ا ص ۲۱۵)

(۸) حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ جس نے کسی رکعت میں سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی اس کی نماز صحیح نہیں ہوگی مگر یہ کہ وہ امام کے پیچھے ہو (ترمذی باب ما جاء فی ترک القرأة خلف الا مام اذا جهر با لقرأة ج ا ص ۷۱، موطا امام مالک باب ما جاء فی ام القرآن ص ۶۶، طحاوی باب القرأة خلف الا مام ج ا ص ۱۲۸، سنن کبریٰ بیہقی ج ۲ ص ۱۶۰)

www.ownislam.com

www.ownislam.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آہستہ آمین کہنے کی روایات

☆مشہور تابعی حضرت عطاء بن رباحؒ نے کہا ''آمین'' دعا ہے۔(بخاری بَابُ الْجَهْرِ بِالتَّامِيْنِ ج ا ص ۱۰۷) اور اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں فرمایا ''اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً'' یعنی اپنے رب کو پکارو عاجزی کے ساتھ خفیہ طور پر۔(سورۂ اعراف آیت نمبر ۵۵) اور حدیث شریف میں ہے ''اِنَّكُمْ لَا تَدْعُوْنَ اَصَمَّ وَّلَا غَائِبًا'' یعنی تم کسی بہرے یا غائب کو نہیں پکارتے۔(صحیح بخاری کتاب الجہاد، بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنْ رَفْعِ الصَّوْتِ فِي التَّكْبِيْرِ ج ا ص ۴۲۰) آیت اور احادیث مشیر ہیں کہ دعا میں اصل اخفاء ہے اور چونکہ آمین دعا ہے اسلئے آمیں بھی اصل اخفاء (آہستہ، خفیہ) ہے۔ چنانچہ جمیع اہلِ سنت والجماعت اس پر متفق ہیں، جیسا کہ گذر چکا ہے اس لئے اس کی دلیل پیش کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے عملاً فریق مخالف بھی اس پر عمل کرتا ہے لیکن استحساناً چند روایات پیش کی جاتی ہیں۔

(۱)● حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں سکھاتے تھے فرماتے تھے امام سے جلدی مت کرو جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ والا الضالین کہے تو تم آمین کہو اور جب وہ رکوع کرے تو تم بھی کرو اور جب وہ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ کہے تو تم کہو اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ۔

(صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ، بَابُ اِئْتِمَامِ الْمَاْمُوْمِ بِالْاِمَامِ ج ا ص ۱۷۷)

(۲)● حضرت حسنؒ سے روایت ہے حضرت سمرہ بن جندبؓ اور عمران بن حصینؓ نے آپس میں بحث کی پس حضرت سمرہ بن جندبؓ نے کہا کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے دو سکتوں (خاموشیوں) کو یاد رکھا ایک سکتہ تو وہ ہے کہ جب تکبیر کہے اور دوسرا سکتہ وہ ہے کہ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ پڑھنے سے فارغ ہوئے پس سمرہؓ نے اس کو یاد رکھا اور عمران بن حصینؓ نے اس کا انکار کیا دونوں نے حضرت ابی بن کعبؓ کی طرف لکھا تو انہوں نے جواب دیا کہ سمرہؓ نے یاد رکھا۔ (ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ، بَابُ السَّكْتَةِ عِنْدَ الْاِفْتِتَاحِ ج ا ص ۱۱۳)

(۳)● حضرت وائل بن حجرؓ سے روایت ہے جناب رسول اللہ ﷺ نے ہم کو نماز پڑھائی پس جب غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ پڑھا آمین کہا اور اپنی آواز کو آہستہ کیا اور اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھا اور اپنے دائیں جانب اور بائیں جانب سلام پھیرا۔(مسند احمد ج ۴ ص ۳۱۶، ترمذی ابواب الصلوٰۃ، بَابُ مَا جَاءَ فِي التَّامِيْنِ ج ا ص ۵۸، ابوداؤد الطیالسی ص ۱۳۸، دار قطنی کتاب الصلوٰۃ، بَابُ التَّامِيْنِ فِي الصَّلٰوةِ ج ا ص ۳۳۴، مستدرک حاکم کتاب التفسیر، بَابُ آمِيْنَ يُخْفَضُ الصَّوْتُ ج ۲ ص ۲۳۲)

(۴)● حضرت ابو وائلؒ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اور تعوذ اور آمین بلند آواز سے نہیں کہتے تھے۔

(طحاوی کتاب الصلوٰۃ، بَابُ قِرَاءَةِ بِسْمِ اللّٰهِ فِي الصَّلٰوةِ ج ا ص ۱۴۰)

(۵)● حضرت ابرہیم نخعیؒ سے روایت ہے کہ پانچ چیزیں ایسی ہیں کہ امام ان کو آہستہ سے پڑھے گا۔ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ اور تعوذ اور بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اور آمین اور اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ (مصنف عبدالرزاق کتاب الصلوٰۃ، بَابُ مَا يُخْفِي الْاِمَامُ ج ۲ ص ۸۷)

www.ownislam.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ترک رفع یدین کی روایات

● حضرت جابر بن سمرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ ہم پر نکلے (اور نسائی میں ہے اس حال میں کہ ہم نماز میں ہاتھوں کو اٹھا رہے تھے یعنی رفع یدین کر رہے تھے) تو فرمایا کیا بات ہے کہ تمہیں رفع یدین کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں گویا وہ بدکے ہوئے گھوڑوں کی دُمیں ہیں، نماز میں سکون اختیار کرو۔ (صحیح مسلم بَابُ الْاَمْرِ بِالسُّکُوْنِ فِی الصَّلٰوۃِ ج ا ص ۱۸۱، سنن نسائی بَابُ السَّلَامِ بِالْاَ یُدِیْ فِی الصَّلٰوۃِ ج ا ص ۱۷۶، ابوداؤد بَابٌ فِی السَّلَامِ ج ا ص ۱۴۳)

● سالم بن عبداللہ اپنے والد (عبداللہ بن عمرؓ) کے حوالے سے بیان کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ جب آپ ﷺ نماز شروع کرتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو کندھے کے برابر اٹھاتے اور جب رکوع کا ارادہ کرتے اور رکوع سے سر اٹھانے کے بعد ہاتھ نہیں اٹھاتے، اور نہ دونوں سجدوں کے درمیان (مسند حمیدی ج ۲ ص ۲۷۷)۔

● حضرت سالم اپنے والد حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کندھوں تک ہاتھ اٹھاتے تھے جب نماز شروع فرماتے تھے۔

(مدونہ کبریٰ ج ا ص ۷۱)

● حضرت علقمہؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کیا میں تمہیں حضور اکرم ﷺ جیسی نماز پڑھ کر نہ دکھاؤں؟ چنانچہ آپ نے نماز پڑھی اور پہلی مرتبہ (تکبیر تحریمہ کے وقت) رفع یدین کرنے کے علاوہ کسی اور جگہ رفع یدین نہیں فرمایا۔ (ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ، بَابُ مَنْ لَّمْ یَذْکُرِ الرَّفْعَ عِنْدَ الرُّکُوْعِ ج ا ص ۱۰۹، ترمذی ابواب الصلوٰۃ، بَابُ رَفْعِ الْیَدَیْنِ عِنْدَ الرُّکُوْعِ ج ا ص ۵۹، نسائی کتاب الصلوٰۃ، بَابُ رَفْعِ الْیَدَیْنِ وَالرُّخْصَۃُ فِیْ تَرْکِ ذَالِکَ ج ا ص ۱۶۱)

● حضرت عاصم بن کلیبؒ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نماز میں پہلی تکبیر میں (تکبیر تحریمہ کے وقت) رفع یدین فرماتے تھے پھر دوبارہ نہیں کرتے تھے۔ (طحاوی کتاب الصلوٰۃ، بَابُ التَّکْبِیْرَاتِ ج ا ص ۱۵۴، مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الصلوٰۃ، بَابٌ مَنْ کَانَ یَرْفَعُ یَدَیْہِ فِیْ اَوَّلِ تَکْبِیْرَۃٍ ثُمَّ لَا یَعُوْدُ ج ۲ ص ۴۱۶، سنن الکبریٰ للبیہقی کتاب الصلوٰۃ، مَنْ لَّمْ یَذْکُرِ الرَّفْعَ اِلَّا عِنْدَ الْاُوْلٰی ج ۲ ص ۸۰)

☆ حضرت اسودؒ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عمرؓ کے ساتھ نماز پڑھی تو انہوں نے اپنی نماز میں تکبیر تحریمہ کے سوا اور کہیں رفع یدین نہیں کیا۔ عبدالملک نے کہا کہ میں نے شعبیؒ اور ابراہیم نخعیؒ اور ابواسحاقؒ کو دیکھا کہ تکبیر تحریمہ کے سوا کہیں رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الصلوٰۃ بَابٌ مَنْ کَانَ یَرْفَعُ یَدَیْہِ فِیْ اَوَّلِ تَکْبِیْرَۃٍ ثُمَّ لَا یَعُوْدُ، ج ۲ ص ۴۱۷ نمبر ۲۴۶۹)

☆ عاصم بن کلیب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرتے تھے اس کے بعد کہیں نہیں کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الصلوٰۃ، بَابٌ مَنْ کَانَ یَرْفَعُ یَدَیْہِ فِیْ اَوَّلِ تَکْبِیْرَۃٍ ثُمَّ لَا یَعُوْدُ ج ۳ ص ۴۱۶ نمبر ۲۴۵۷، سنن الکبریٰ للبیہقی کتاب الصلوٰۃ، مَنْ لَّمْ یَذْکُرِ الرَّفْعَ اِلَّا عِنْدَ الْاُوْلٰی ج ۲ ص ۸۰)

www.ownislam.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سجدے میں جانے اور سجدے سے اٹھنے کی کیفیت

سجدہ میں اس طرح جانا چاہئے کہ پہلے اپنے دونوں گھٹنے زمین پر رکھے جائیں پھر اپنے دونوں ہاتھ رکھے جائیں پھر چہرہ۔ اور جب سجدہ سے اٹھنا ہو تو پہلے چہرہ اٹھائیں پھر ہاتھ پھر گھٹنے اٹھائے جائیں۔ ہکذا روی عن عبداللہ بن یسار۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۱۷۷)

عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ ؓ قَالَ رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ اِذَا سَجَدَ وَضَعَ رُکْبَتَیْہِ قَبْلَ یَدَیْہِ وَاِذَا نَھَضَ رَفَعَ یَدَیْہِ قَبْلَ رُکْبَتَیْہِ (رواہ ابوداؤد ج ۱ ص ۱۲۲) ترجمہ:۔ حضرت وائل بن حجرؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم ﷺ کو دیکھا کہ آپ جب سجدہ فرماتے تو اپنے ہاتھوں کو رکھنے سے پہلے اپنے دونوں گھٹنے رکھتے اور سجدے سے اٹھتے تو اپنے ہاتھوں کو اٹھاتے اپنے گھٹنوں کو اٹھانے سے پہلے۔ (رواہ الخمسہ الا احمد، نیل الاوطار ج ۲ ص ۲۸۲، ابوداؤد ج ۱ ص ۱۲۲، ترمذی ج ۱ ص ۶۱، نسائی ج ۱ ص ۲۹، مستدرک حاکم ج ۱ ص ۳۴۹، طحاوی ج ۱ ص ۱۵۰، طبرانی فی الکبیر ج ۲۲ ص ۴۰، سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۹۸، السنن الکبریٰ للنسائی ج ۱ ص ۲۲۹، جمع الفوائد ج ۱ ص ۲۱۰، شرح السنہ ج ۲ ص ۳۸۴)

فائدہ:۔ سجدہ میں جانے کا مذکورہ طریقہ عین مطابق سنت ہے۔ حضرت وائل بن حجرؓ کی حدیث کو محدثین کرام نے راجح قرار دیا ہے جیسا کہ علامہ خطابیؒ نے فرمایا حَدِیْثُ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ اَرْجَحُ مِنْہُ (نیل الاوطار)

مسئلہ جلسۂ استراحت

نماز میں پہلی اور تیسری رکعت میں دونوں سجدوں سے فارغ ہو کر سیدھا کھڑا ہو جانا چاہئے اسلئے کہ رسول اکرم ﷺ کی سنت ہے اور اسلاف امت کا اجماع و عمل یہی ہے کہ جلسۂ استراحت نہ کیا جائے یعنی سجدوں سے فراغت کے بعد بیٹھا نہ جائے بلکہ سیدھا پنجوں کے بل کھڑا ہو جانا چاہئے۔

(۱) حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہیکہ جناب رسول اکرم ﷺ نماز میں (سجدوں کے بعد) پنجوں کے بل کھڑے ہوتے تھے۔ (ترمذی بَابُ کَیْفَ النُّھُوْضُ مِنَ السُّجُوْدِ، بَابٌ مِّنْہُ ج ۱ ص ۶۴، سنن کبریٰ بیہقی ج ۲ ص ۱۲۴،، جمع الفوائد ج ۱ ص ۲۱۲)

(۲) حضرت سہل ساعدیؓ کے صاحبزادے سے مروی ہے کہ وہ اپنے والد کیساتھ ایک مجلس میں حاضر تھے ان کے والد پیغمبر علیہ السلام کے اصحاب میں سے تھے اسی مجلس میں حضرت ابوہریرہؓ، ابوحمید ساعدیؓ اور ابواسیدؓ موجود تھے اس روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے تکبیر کہہ کر سجدہ کیا پھر تکبیر کہہ کر بغیر بیٹھے سیدھے کھڑے ہو گئے۔ (ابوداؤد ج ۱ ص ۱۰۷ بَابُ اِفْتِتَاحِ الصَّلٰوۃِ، اسنادہ صحیح)

(۳) حضرت نعمان بن ابی عیاشؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم ﷺ کے بیشمار جانثاروں کو پایا کہ وہ پہلی اور تیسری رکعت میں سجدے سے سر اٹھاتے تو سیدھے کھڑے ہو جاتے، بیٹھتے نہیں تھے (رواہ ابن ابی شیبہ فی مصنفہ مَنْ کَانَ یَقُوْلُ: اِذَا رَفَعْتَ رَأْسَکَ مِنَ السَّجْدَۃِ الثَّانِیَۃِ فِی الرَّکْعَۃِ الْاُوْلٰی فَلَا تَقْعُدْ ج ۳ ص ۳۳۲، اسنادہ حسن)

www.ownislam.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نماز کے قعدہ میں انگلی سے ایک مرتبہ اشارہ کرنے کی روایات

● حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ جب دعا کے لئے بیٹھتے تو دایاں ہاتھ دائیں ران پر رکھتے اور بائیں ہاتھ کو بائیں ران پر رکھتے اور اپنی شہادت کی انگلی سے اشارہ کرتے اور انگوٹھے کو بیچ والی انگلی سے ملا لیتے تھے۔

(مسلم شریف بَا بُ صِفَةِ الْجُلُوْسِ فِی الصَّلٰوةِ ....الخ ج اص ۲۱۶، سنن کبریٰ بیہقی ج ۲ ص ۱۳۱، شرح السنہ ج ۲ ص ۳۰۹)

● حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب تشہد میں بیٹھتے تو اپنے بائیں ہاتھ کو بائیں ران پر رکھتے دائیں ہاتھ کو دائیں ران پر رکھتے اور ۵۳ ترپن کا عقد بنایا اور سبابہ سے اشارہ کیا۔

(صحیح مسلم کتاب المساجد، بَا بُ صِفَةِ الْجُلُوْسِ فِی الصَّلٰوةِ ....الخ ج اص ۲۱۶)

● حضرت وائل بن حجرؓ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے ابہام (انگوٹھا) اور وسطی (بیچ والی انگلی) کا حلقہ بنایا اور اٹھایا اپنی وہ انگلی جو انگوٹھے کے نزدیک ہے دعا مانگتے تھے اس کے ذریعے تشہد میں۔ (ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ، بَـــا بٌ کَیْفَ الْجُلُوْسُ فِی الصَّلٰوةِ ج اص ۱۳۸، نسائی کتاب السھو، بَا بُ مَوْضَعِ الذِّرَاعَیْنِ ج اص ۱۸۶، ابن ماجہ کتاب الصلوٰۃ، بَا بُ الْاِشَا رَةِ فِی التَّشَهُّدِ ص ۶۶، مسند احمد ج ۴ ص ۳۱۸)

● حضرت مالک بن نمیر خزاعی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو نماز میں دائیں ہاتھ کو دائیں ران پر رکھے ہوئے دیکھا اور آپ اپنی انگلی سے اشارہ کر رہے تھے۔ (ابن ماجہ بَا بُ الْاِشَا رَةِ فِی التَّشَهُّد ص ۶۶، ابوداؤد بَا بُ الْاِشَا رَةِ فِی التَّشَهُّد ج اص ۱۴۲، نسائی بَابُ الْاِشَا رَةِ بِالْاِصْبَعِ فِی التَّشَهُّد ج اص ۱۸۷، موطا امام محمد بَا بُ الْعَبْثِ بِالْحَصٰی فِی الصَّلٰوةِ ج اص ۱۵۶)

● حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ جب دعا پڑھتے تو انگلی سے اشارہ فرماتے اور اس کو ہلاتے نہیں رہتے تھے۔

(نسائی بَا بُ بَسْطِ الْیُسْرٰی عَلَی الرُّکْبَةِ ج اص ۱۸۷، ابوداؤد بَا بُ الْاِشَا رَةِ فِی التَّشَهُّد ج اص ۱۴۲)

www.ownislam.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نماز میں قعدہ میں بیٹھنے کا طریقہ

● حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نماز کو تکبیر تحریمہ کیساتھ شروع کرتے تھے.....اور آپ ﷺ ہر دو رکعت پر التحیات پڑھتے اور اپنا دایاں پیر بچھاتے اور بایاں پیر کھڑا کرتے اور شیطان کی طرح گوٹھ مارنے سے منع کرتے تھے اور اس بات سے بھی منع کرتے تھے کہ آدمی درندوں کیطرح اپنی باہیں پھیلائے اور آپ ﷺ نماز کو سلام پر ختم فرماتے تھے۔ (مسلم بَا بٌ مَا یَجْمَعُ صِفَةُ الصَّلٰوةِ.....ج ا ص ۱۹۴)

فائدہ:- امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں امام اعظم ابوحنیفہؒ اور ان کے متبعین کی دلیل ہے کہ نماز میں قعدہ یہی ہوگا جو حدیث میں مذکور ہے۔

(نووی شرح المسلم ج ا ص ۱۹۵، بَا بٌ صِفَةُ الصَّلٰوةِ)

● حضرت وائل بن حجرؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی جب آپ ﷺ قعدہ میں بیٹھے تو اپنے بائیں پیر کو زمین پر بچھایا اور اس پر بیٹھے۔ (طحاوی بَا بُ صِفَةِ الْجُلُوْسِ ج ا ص ۱۷۸)

● عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ نماز کی سنت میں سے ہے کہ بایاں پیر بچھا کر اسکی انگلیوں کو قبلہ کی طرف کیا جائے اور دائیں پیر پر بیٹھا جائے۔

(نسائی بَا بُ الْاِ سْتِقْبَالِ بِاَ طْرَافِ اَصَا بِعِ الْقَدَمِ.....ج ا ص ۱۷۳)

● حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے نماز میں ''اقعاء'' اور ''تورک'' سے منع فرمایا (السنن الکبریٰ بیہقی ج ۲ ص ۱۲۰، مجمع الزوائد ج ۲ ص ۸۶)

● حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ سنت میں سے یہ ہے کہ اپنے دائیں قدم کو کھڑا رکھا جائے انگلیوں کو قبلہ کی جانب رکھا جائے اور بائیں قدم پر بیٹھا جائے۔

(نسائی بَا بُ الْاِ سْتِقْبَالِ بِاَ طْرَافِ اَصَا بِعِ الْقَدَمِ.....ج ا ص ۱۷۳، مصنف ابن ابی شیبہ ''یُفْتَرِ شُ الْیُسْرٰی وَیُنْصَبُ الْیُمْنٰی'' ج ۲ ص ۵۴۴، موطا امام محمد ص ۱۱۲)

مذکورہ روایت کی تائید بخاری شریف کی درج ذیل روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں ہے ''وَقَالَ اَبُوْ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ عُمَرَؓ اِنَّمَا سُنَّةُ الصَّلٰوةِ اَنْ تَنْصِبَ رِجْلَکَ الْیُمْنٰی وَ تَثْنِیَ الْیُسْرٰی ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا نماز کی سنت میں سے یہ ہے کہ تم دائیں پیر کو کھڑا رکھو اور بائیں پیر کو موڑلو۔ (صحیح بخاری ج ا ص ۱۱۴ بَا بُ سُنَّةِ الْجُلُوْسِ)

☆ حضرت عبدالرحمٰن اپنے والد قاسم سے نقل کرتے ہیں کہ نماز میں بیٹھنے کی سنت یہ ہے کہ بائیں قدم کو موڑ لیا جائے اور دائیں کو کھڑا رکھا جائے۔

(مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۱۹۴)

☆ حضرت مغیرہؒ سے روایت ہے کہ حضرت ابراہیم نخعیؒ اقعاء اور تورک کو مکروہ سمجھتے تھے (مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۱۹۱)

ان مرفوع روایات اور آثار کی بناء پر معلوم ہوتا ہے کہ نماز کے آخری قعدہ میں تورک سنتِ اصلی نہیں ہے۔

www.ownislam.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نماز وتر

● حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کی (رات کی) نماز رمضان میں کیسی تھی؟ تو انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعات سے زیادہ نہیں کرتے تھے چار رکعت پڑھتے تھے پس اس کی طول اور حسن کو مت پوچھ اور پھر چار رکعت پڑھتے تھے پس نہ پوچھ اس کے طول اور حسن کو پھر وہ تین رکعت پڑھتے عائشہؓ نے کہا پس میں نے فرمایا کہ اے عائشہ میری آنکھیں سوتی ہے لیکن میرا دل نہیں سوتا۔ (صحیح بخاری بَابُ قِيَامِ النَّبِيِّ ﷺ با لليل فِيْ رَمَضَانَ وَ غَيْرِهٖ ج ا ص ۱۵۴، صحیح مسلم کتا ب صلوٰۃ المسا فرین، بَا بُ صَلٰوةِ ا للَّيْلِ وَعَدَدِ رَكْعَاتِ ا لنَّبِيِّ ﷺ ج ا ص ۲۵۴)

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ تین رکعات وتر پڑھتے تھے اس میں سبح اسم ربک ا لا علیٰ ،قل یا ایھا الکا فرون،قل ھو اللہ احد پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ "فی الوتر: ما یقرأ ج ۴ ص ۵۱۲ حدیث نمبر ۶۹۵۱)

نماز وتر تین رکعات ہیں ایک سلام کے ساتھ:- حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ تین رکعات وتر پڑھتے تھے اور نہیں سلام پھیرتے مگر انکے آخر میں۔ (حاکم ج ا ص ۲۵۴) مزید حوالے (مسلم کتا ب صلوٰۃ المسا فرین، بَا بُ صَلٰوةِ ا للَّيْلِ وَعَدَدِ رَكْعَاتِ النَّبِيِّ ﷺ ج ا ص ۲۵۴، ۲۶۱، ترمذی کتا ب صلوٰۃ المسا فرین، بَا بُ ما جا ء ما یقرأ فی الوتر ج ا ص ۱۰۶، نسائی بَا بُ كَيْفَ الْوِتْرُ ج ا ص ۲۴۸، دار قطنی ج ۲ ص ۲۴، طحاوی بَا بُ الْوِتْرِ ج ا ص ۱۶۸، کنز العمال ج ا ص ۱۹۴)

نوتِ وتر رکوع سے پہلے ہے:- حضرت عاصمؒ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے انس بن مالکؓ سے قنوت کے بارے میں پوچھا تو فرمایا کہ قنوت تھی میں نے کہا رکوع سے پہلے یا رکوع کے بعد فرمایا رکوع سے پہلے۔ حضرت عاصمؒ کہتے ہیں کہ فلاں نے مجھے آپ کی طرف نسبت کرتے ہوئے یہ خبر دی ہے کہ آپ رکوع کے بعد کہتے ہیں۔ انس بن مالکؓ نے کہا کہ اس نے جھوٹ کہا۔ بلاشبہ رسول اللہ ﷺ نے ایک ماہ تک رکوع کے بعد قنوت پڑھا میرا خیال ہے (یہ اس واقعہ سے متعلق ہے) کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک گروہ کو جنہیں قرأ کہا جاتا تھا جو تقریباً ستر افراد پر مشتمل تھا مشرک قوم کی طرف بھیجا تھا نہ کہ انکے علاوہ دوسرے لوگوں کا (واقعہ)۔ انکے اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان ایک عہد تھا (اس عہد کے خلاف ہونے پر) رسول اللہ ﷺ نے ان کیلئے ایک مہینے تک بد دعا فرمائی۔ (بخاری ج ا ص ۱۳۶، مسلم ج ا ص ۲۳۷)

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے حضرت انسؓ سے قنوت کے بارے میں پوچھا کہ وہ رکوع کے بعد ہے یا قرأت سے فراغت کے بعد۔ تو فرما یا کہ قرأت سے فراغت کے بعد۔ (بخاری بَا بُ غَزْوَةِ الرَّجِيْعِ وَ رِعْلٍ وَّذَكْوَانَ وَ بِئْرِمَعُوْنَةَ ج ۲ ص ۵۸۶)

قنوتِ وتر:- حضرت اسودؒ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے بارے میں روایت کرتے ہیں کہ وہ وتر کی آخری رکعت میں قُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ پڑھتے تھے پھر رفع یدین کرتے تھے (ہاتھوں کو کانوں تک اٹھاتے تھے اور اللہ اکبر کہتے تھے) پھر رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے۔

(جزء رفع یدین بخاری ص ۲۰، طحاوی ج ا ص ۳۹۱)

www.ownislam.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نماز عیدین کی چھ زائد تکبیروں کی روایات

(۱) محمد بن علاء اور ابن ابی زیاد، زید، عبدالرحمٰن، ان کے والد، مکحول، ابو عائشہ سے روایت ہیں، کہ سعید بن العاصؓ نے ابوموسیٰ اشعری اور حذیفہ بن الیمانؓ سے پوچھا رسول اللہ ﷺ کیونکر تکبیر کہتے تھے عیدالاضحیٰ اور عیدالفطر میں ابوموسیٰؓ نے کہا چار تکبیریں کہتے تھے جتنی جنازے پر کہتے ہیں حذیفہؓ نے کہا سچ ہے اور ابوموسیٰؓ نے کہا میں اتنی ہی تکبیریں کہا کرتا تھا بصرے میں جب ان پر حاکم تھا، ابو عائشہؓ نے کہا میرے سامنے سعید بن العاصؓ نے پوچھا۔ (ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ، باب التکبیر فی العیدین ج ۱ ص ۱۶۳) اس کی اسناد حسن ہیں۔

(۲) حضرت علقمہ اور اسودؒ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ابن مسعودؓ بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے پاس حضرت حذیفہ اور ابوموسیٰ اشعریؓ بھی بیٹھے ہوئے تھے تو ان لوگوں سے سعید بن عاصؓ نے عید کی تکبیر کے متعلق پوچھا تو حضرت حذیفہؓ نے فرمایا کہ ابوموسیٰ اشعریؓ سے پوچھئے ابوموسیٰ اشعریؓ نے کہا کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے پوچھئے اسلئے کہ وہ ہم سے زیادہ پرانے اور ہم سے زیادہ جاننے والے ہیں چنانچہ سعید بن عاصؓ نے ابن مسعودؓ سے پوچھا، ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ آپ ﷺ چار تکبیریں کہتے پھر قرأت کرتے پھر تکبیر کہہ کر رکوع فرماتے پھر دوسری رکعت کیلئے کھڑے ہوتے، پھر قرأت فرماتے، پھر قرأت کے بعد چار تکبیریں کہتے۔ (مصنف عبدالرزاق کتاب صلوٰۃ العیدین، باب التکبیر فی الصلوٰۃ یو م العید ج ۳ ص ۲۹۳) اس کی اسناد صحیح ہیں۔

(۳) حضرت کردوسؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ولید نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حذیفہؓ، ابوموسیٰ اشعریؓ، اور ابومسعودؓ کے پاس عشاء کے بعد قاصد بھیجا، پس فرمایا کہ بیشک یہ مسلمانوں کی عید ہے تو اس میں نماز عید کیونکر ہوگی انہوں نے کہا کہ ابوعبدالرحمٰن سے پوچھئے، چنانچہ انہوں نے دریافت فرمایا تو انہوں نے بتایا کہ آپ ﷺ کھڑے ہو کر چار تکبیر کہتے پھر سورۂ فاتحہ اور مفصلات میں سے کسی سورۃ کی تلاوت فرماتے پھر چار تکبیر کہتے، ان کے ختم پر رکوع فرماتے پس یہ نو تکبیریں عیدین میں ہوئیں، ان میں سے کسی نے اس کا انکار نہیں کیا۔ (المعجم الکبیر للطبرانی ج ۹ ص ۳۵۰ حدیث نمبر ۹۵۱۴)

اس کی اسناد حسن ہیں۔

(۴) حضرت علقمہؒ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نماز عیدین میں نو تکبیریں کہتے تھے، تکبیر تحریمہ کے ساتھ چار تکبیریں قرأت سے پہلے کہتے پھر تکبیر کہہ کر رکوع کرتے اسی طرح دوسری رکعت میں قرأت سے فارغ ہو جاتے تو تکبیر کہتے تھے پھر رکوع فرماتے یعنی رکوع والی تکبیر سمیت چار تکبیر قرأت کے بعد کہتے تھے۔ (مصنف عبدالرزاق کتاب صلوٰۃ العیدین، باب التکبیر فی الصلوٰۃ یو م العید ج ۳ ص ۲۹۳) اس کی اسناد صحیح ہیں۔

(۵) حضرت کردوسؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ میں نو تکبیریں کہا کرتے تھے، شروع میں چار تکبیریں کہتے پھر ایک تکبیر کہہ کر رکوع فرماتے پھر دوسری رکعت کیلئے کھڑے ہوتے چنانچہ شروع میں قرأت فرماتے پھر چار تکبیریں کہتے پھر ان میں سے ایک کے ذریعہ رکوع فرماتے۔ (المعجم الکبیر للطبرانی ج ۹ ص ۳۵۰ حدیث نمبر ۹۵۱۳) اس کی اسناد صحیح ہیں۔

(۶) حضرت عبداللہ بن الحارثؓ کہتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے ساتھ نماز عید میں حاضر ہوا، حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے بصرہ کے اندر نماز عید میں نو تکبیریں کہیں اور دونوں رکعت کی قرأتوں کو جمع فرمایا، راوی کہتے ہیں کہ میں حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کے ساتھ بھی نماز عید میں حاضر ہوا انہوں نے بھی ایسا ہی کیا۔ (مصنف عبدالرزاق کتاب صلوٰۃ العیدین، باب التکبیر فی الصلوٰۃ یو م العید ج ۳ ص ۲۹۴) اس کی اسناد صحیح ہیں۔

www.ownislam.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سینہ پر ہاتھ باندھنے کی حقیقت

غیر مقلدین کا مسلک یہ ہے کہ سینہ پر ہاتھ باندھنا سنت ہے، اس کی دلیل میں عام طور پر وہ چار قسم کی روایات پیش کرتے ہیں۔

(۱) حضرت وائل بن حجرؓ کی روایت:- اس کی اسناد میں نظر ہے اور ''عَلیٰ صَدْرِہٖ (سینہ پر)'' کی زیادتی غیر محفوظ ہے۔

(۲) حضرت قبیصہ بن ہلبؓ کی روایت:- اس میں ''عَلیٰ صَدْرِہٖ (سینہ پر)'' کی زیادتی غیر محفوظ ہے۔ اور اسکی اسناد میں کلام ہے۔

(۳) حضرت طاؤسؒ کی روایت:- اس کی اسناد ضعیف ہیں۔ حضرت طاؤس رحمۃ اللہ علیہ تابعی ہیں اور وہ صحابی کا نام لئے بغیر براہ راست حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں اس لئے یہ روایت مرسل ہے اور مرسل روایات غیر مقلدین کے نزدیک حجت نہیں ہیں۔

(۴) سینہ پر ہاتھ باندھنے کے باب میں دوسری تمام روایات ضعیف ہیں۔ اور اس باب میں کچھ ''آثار'' بھی پیش کئے جاتے ہیں۔ ''آثار'' سلف (صحابہ و تابعین) کے اقوال یا افعال ہیں اسلئے غیر مقلدین کو دلائل میں اِن آثار کو پیش کرنیکا حق ہی نہیں ہے اور ان کی طرف سے نا قابل قبول ہے۔

غرض سینہ پر ہاتھ باندھنے کی سنیت کی دلیل میں اصول حدیث کی رو سے کوئی ''صحیح مرفوع حدیث'' موجود ہی نہیں ہے اور غیر مقلدین کے نزدیک صرف ''صحیح حدیث'' حجت ہے اس لئے ان کا سینہ پر ہاتھ باندھنے کا دعویٰ رد ہے اور ان کے پاس اس سلسلہ میں کوئی دلیل موجود نہیں ہے اور بغیر دلیل کے عمل کرنا ان کے نزدیک ''شرک'' ہے۔

دعویٰ اتحاد کا اور عمل اختلاف کا:- غیر مقلدوں کی کسی مسجد میں بھی جائزہ لے لیا جائے تو آپ کو درج ذیل منظر نظر آئیگا۔

کوئی بایاں ہاتھ کی کہنی دائیں ہاتھ سے اور دائیں ہاتھ کی کہنی کو بائیں ہاتھ سے پکڑتا ہے۔

کوئی دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں بغل کے نیچے رکھ کر اور دائیں ہاتھ کی کہنی کو پکڑتا ہے۔

کوئی بائیں ہاتھ پر دایاں ہاتھ رکھ کر بائیں ہاتھ کو کہنی کے قریب پکڑتا ہے۔

اور کوئی بائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر دائیں ہاتھ کی ہتھیلی رکھ کر شانے اور پیٹھ سکوڑ کر حلق کے نیچے رکھتا ہے۔

اس کے علاوہ اور طرح کے بھی دلچسپ مناظر دیکھے جاسکتے ہیں۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ غیر مقلدیت میں اختلاف وانتشار ہے اور تقلید میں نظم وضبطِ ملت ہے۔

سوالات

(۱) سینہ پر ہاتھ باندھنے کی ایک صحیح صریح حدیث پیش کریں؟

(۲) فرقہ اہل حدیث کا ہاتھ باندھنے کا موقف کیا ہے کہ بایاں ہاتھ نیچے رکھ کر بائیں ہاتھ کی کہنی کو دائیں ہاتھ سے پکڑا جائے؟ یا دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں بغل کے نیچے رکھ کر اور دائیں ہاتھ کی کہنی کو پکڑا جائے؟ یا بائیں ہاتھ پر دایاں ہاتھ رکھ کر بائیں ہاتھ کو کہنی کے قریب پکڑا جائے؟ یا بائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر دائیں ہاتھ کی ہتھیلی رکھ کر شانے اور پیٹھ سکوڑ کر حلق کے نیچے رکھا جائے؟ یا کوئی اور کیفیت؟

(۳) سینہ پر ہاتھ کیسے باندھا جائے اس کی کیفیت صحیح حدیث سے پیش کیجئے؟

www.ownislam.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

''مقتدی پر سورۃ فاتحہ فرض ہے'' اس دعویٰ کی حقیقت

غیر مقلدین کا مسلک یہ ہے کہ مقتدی کیلئے امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنا فرض ہے (نماز جہری ہو یا سری)۔ 'فرض' کی دلیل میں قرآنِ کریم کی صریح آیت یا احادیث صحیحہ صریحہ متواترہ چاہیئے ('قیاس' سے فرض ثابت نہیں کیا جاسکتا)

غیر مقلدین استدلال میں جو روایات پیش کرتے ہیں وہ دو قسم کی ہیں۔ ایک قسم صریح روایات کی ہے (جن میں نفس مسئلہ الفاظ کیساتھ مذکور ہے۔ مثلاً یہاں جن روایات میں امام اور مقتدی کا ذکر ہے)، یہ تمام روایات غیر صحیح ہیں۔ اور دوسری قسم غیر صریح روایات کی ہے (جن روایات میں امام اور مقتدی کا ذکر نہیں ہے بلکہ جن میں قیاس کرنا ہوتا ہے)، ایسی روایات قابلِ حجت نہیں اگرچہ صحیح ہوں۔

''مقتدی پر سورۂ فاتحہ فرض ہے'' اس کی دلیل میں جو روایات پیش کی جاتی ہیں، ان میں جو صریح ہیں وہ صحیح نہیں ہیں اور جو صحیح ہیں وہ صریح نہیں ہیں اس لئے نفس مسئلہ ثابت ہی نہیں ہوتا۔

ایک تو استدلال میں روایات صحیح صریح نہیں ہیں، دوسرے یہ روایات صرف تین صحابہ کرام سے مروی ہیں۔ (۱) حضرت عبادۃ بن صامتؓ سے روایات (۲) حضرت انسؓ سے روایات (۳) حضرت ابوھریرہؓ سے روایات۔ اسلئے ان روایات کا ''متواترہ'' ہونیکا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ جب کہ فرض کیلئے دلیل میں روایات صحیحہ صریحہ متواترہ درکار ہیں۔

غرض مقتدی پر سورۂ فاتحہ فرض ہونے کے سلسلہ میں شرط کے مطابق ایک بھی دلیل نہیں ہے (اگرچہ غیر مقلدین دعویٰ کرتے ہیں کہ اس سلسلہ میں انکے پاس ایک سو بیس دلیلیں ہے۔ اگر ہے تو صرف ایک ہی صحیح صریح حدیث پیش کردیں، متواتر تو دور کی بات ہے)۔

غیر مقلدین امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ بغیر دلیل کے پڑھتے ہیں، گویا خود ان کے اصول کے مطابق وہ شرک کرتے ہیں، کیونکہ بغیر دلیل کے عمل کرنا اُن کے نزدیک شرک ہے۔

دعویٰ اتحاد کا اور عمل اختلاف کا:- غیر مقلدوں کی کسی مسجد میں بھی جائزہ لے لیا جائے تو آپ کو درج ذیل منظر نظر آئیگا۔

اگر کوئی غیر مقلد جہری نماز کی جماعت میں شروع ہی سے شامل ہوتا ہے تو امام کیساتھ سورۂ فاتحہ پڑھنا شروع کردیتا ہے

کوئی امام سے پہلے ہی سورۂ فاتحہ ختم کردیتا ہے تو اپنی ولا الضالین پر آمین سراً (آہستہ) کہتا ہے، اور جب امام ولا الضالین کہتا ہے تو یہ جہراً (بلند آواز سے) آمین کہتا ہے، اس طرح ایک مرتبہ سورۂ فاتحہ پڑھتا ہے اور دو مرتبہ آمین کہتا ہے۔

کوئی امام کے ساتھ ساتھ سورۂ فاتحہ پڑھتا ہے اور ایک مرتبہ آمین کہتا ہے۔

اگر کوئی درمیان میں آکر جماعت میں شامل ہوتا ہے تو امام کے سورۂ فاتحہ ختم ہونے تک انتظار کرتا ہے اور امام کی سورۂ فاتحہ ختم ہونے پر آمین کہتا ہے اور پھر سورۂ فاتحہ پڑھتا ہے اور اپنی سورۂ ختم ہونے پر بھی آمین کہتا ہے۔

اور اگر سری نماز کی جماعت میں شامل ہوتا ہے تو سورۂ فاتحہ پڑھنے کے بعد صرف ایک مرتبہ آمین کہتا ہے۔

www.ownislam.com

بعض غیر مقلدین جب امام کو رکوع میں پاتے ہیں تو جلدی سے اللہ اکبر کہہ کر رکوع میں چلے جاتے ہیں اور اس رکعت کو پوری مانتے ہیں اور بعض غیر مقلدین پوری نہیں مانتے۔

اگر مزید توجہ سے جائزہ لیا جائے تو اور بھی مختلف مناظر نظر آئینگے۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ غیر مقلدیت میں اختلاف وانتشار ہے اور تقلید میں نظم وضبطِ ملت ہے۔

سوالات

(۱)'امام کے پیچھے مقتدی کو سورۂ فاتحہ پڑھنا فرض ہے' اسکی دلیل میں غیر مقلدین کو 'احادیث صحیحہ صریحہ متواترہ' پیش کرنا چاہیئے لیکن ان کی بے بسی کو دیکھتے ہوئے آسان مطالبہ ہے کہ مذکورہ مسئلہ کی دلیل میں صرف ایک صحیح صریح حدیث پیش کردیں۔

(۲) جب مقتدی جماعت میں شامل ہوتو اسے کب سورۂ فاتحہ پڑھنا شروع کرنا چاہیئے اسکی دلیل میں صحیح صریح حدیث پیش کریں

(۳) مقتدی امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ آہستہ پڑھے اس کی دلیل میں صرف ایک صحیح صریح حدیث پیش کیجئے؟

(۴) جب امام کا سورۂ فاتحہ پڑھنا مقتدی کیلئے کافی نہیں ہے تو مقتدی امام کی ولا الضالین پر آمین کہنے کا کیوں مکلّف ہے؟ حدیث سے ثابت کیجئے۔

www.ownislam.com

www.ownislam.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آمین بالجہر اور غیر مقلدین

[نماز میں ولا الضالین کہنے کے بعد آمین سراً (آہستہ) کہنے کے جمیع اہلسنت والجماعت قائل ہیں غیر مقلدین بھی سری نمازوں میں سراً کہنے کے قائل ہیں۔اور جہری نمازوں میں تیسری اور چوتھی رکعتوں میں بھی سراً کہنے کے قائل ہیں۔لیکن جہری نمازوں میں پہلی اور دوسری رکعتوں میں امام کے ولا الضالین کہنے کے بعد غیر مقلدین ایک امر زائد کے قائل ہیں وہ یہ کہ مقتدی زور سے آمین کہے انکے نزدیک یہی سنت ہے اور وہ اسکے خلاف کو جائز نہیں سمجھتے۔او راپنے اس ''قیاس'' کو ''عمل بالحدیث'' کا نام دیتے ہیں جب کہ مذکورہ مسئلہ کی حقیقت ملاحظہ ہو]

احادیث کی کسی روایت میں ایسا نہیں ہے کہ حضور ﷺ نے حکم دیا ہو یا آپ کا قول ہو کہ جب امام ولا الضالین کہے تو مقتدی جہراً (بلند آواز سے) آمین کہے۔

آمین بالجہر کے سلسلہ میں جتنی احادیث بھی استدلال میں پیش کی جاتی ہیں (وہ یا مضطرب ہیں یا غیر صحیح) ان سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ نے سورۂ فاتحہ جہراً پڑھی اور پھر اسکے بعد جہراً آمین کہا۔حضور ﷺ کی اتباع کا نام لیکر ''آمین'' کے سلسلہ میں جہر (بلند آواز) کا استدلال کیا جاتا ہے اور ''سورۂ فاتحہ'' کے سلسلہ میں جہر کا استدلال چھوڑ دیا جاتا ہے۔یعنی مقتدی سورۂ فاتحہ تو آہستہ پڑھے اور آمین زور سے کہے یہ ''انوکھا قیاس'' ناقابل فہم ہے۔اس سلسلہ میں غیر مقلدین کو صحیح صریح مرفوع حدیث پیش کرنا چاہئے کہ امام سورۂ فاتحہ جہراً پڑھے گا اور مقتدی سراً پڑھے گا۔اور امام جہراً آمین کہے گا۔اور مقتدی بھی جہراً آمین کہے گا۔

نیز غیر مقلدین کو اپنے طرز استدلال پر دلیل دینا چاہئے کہ ایک ہی روایت سے جہاں امام کیساتھ جہراً سورۂ فاتحہ پڑھنے کو چھوڑ دیا جائے وہاں سے سراً (آہستہ) پڑھا جائے اور اسی مقام سے جہراً (بلند آواز سے) آمین کہنے کی دلیل لی جائے یہ عمل بالحدیث ہرگز نہیں ہے۔بلکہ یہ ''قیاس غلط'' ہے جو ناقابل قبول ہے۔

دعویٰ اتحاد کا اور عمل اختلاف کا:- غیر مقلدوں کی کسی مسجد میں بھی جائزہ لے لیا جائے تو آپ کو درج ذیل منظر نظر آئیگا۔

اگر کوئی غیر مقلد جہری نماز کی جماعت میں شروع ہی سے شامل ہوتا ہے تو امام کیساتھ سورۂ فاتحہ پڑھنا شروع کر دیتا ہے، جب امام کے ساتھ سورۂ فاتحہ پڑھتا ہے تو امام کی ولا الضالین پر صرف ایک مرتبہ آمین کہتا ہے اور وہ بھی جہراً،

اگر کوئی امام سے پہلے ہی سورۂ فاتحہ ختم کر دیتا ہے تو اپنی ولا الضالین پر آمین سراً (آہستہ) کہتا ہے اور جب امام ولا الضالین کہتا ہے تو یہ جہراً (بلند آواز سے) آمین کہتا ہے۔اس طرح ایک مرتبہ سورۂ فاتحہ پڑھتا ہے اور دو مرتبہ آمین کہتا ہے

اگر کوئی درمیان میں آکر جماعت میں شامل ہوتا ہے تو امام کے سورۂ فاتحہ ختم ہونے تک انتظار کرتا ہے اور امام کی سورۂ فاتحہ ختم ہونے پر آمین کہتا ہے اور پھر سورۂ فاتحہ پڑھتا ہے اور اپنی سورۂ ختم ہونے پر بھی آمین کہتا ہے۔

اور اگر سری نماز کی جماعت میں شامل ہوتا ہے تو سورۂ فاتحہ پڑھنے کے بعد صرف ایک مرتبہ آمین کہتا ہے۔

اگر مزید توجہ سے جائزہ لیا جائے تو اور بھی مختلف مناظر نظر آئینگے۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ غیر مقلدیت میں اختلاف وانتشار ہے اور تقلید میں نظم وضبطِ ملت ہے۔

www.ownislam.com

سوالات

(۱) ایک صحیح صریح حدیث پیش کیجئے جس میں حضورﷺ نے بلند آواز سے آمین کے کہنے کا حکم دیا ہو؟

(۲) مقتدی بلند آواز سے آمین کہے اس کی دلیل میں صرف ایک صحیح حدیث پیش کیجئے؟

(۳) مقتدی سورۂ فاتحہ تو آہستہ پڑھے اور آمین بلند آواز سے کہے اس کی دلیل میں صرف ایک صحیح حدیث پیش کیجئے؟

(۴) قرآن یا حدیث سے اپنے استدلال کے طریقے پر دلیل دیجئے کہ ایک ہی روایت سے امام کے جہراً سورۂ فاتحہ پڑھنے کو چھوڑ دیا جائے وہاں سراً پڑھا جائے اور اسی مقام سے جہراً آمین کہنے کی دلیل لی جائے؟

(۵) جہری قرأت میں ہر رکعت میں دو مرتبہ آمین کہتے ہیں اور سری نمازوں میں ایک مرتبہ۔ کس حدیث کی رو سے؟

(۶) خیر القرون کی ایک مثال پیش کی جائے کہ کسی صحابیؓ، تابعینؒ، تبع تابعینؒ نے آہستہ سے آمین کہنے پر تشدد کا رویہ اختیار کیا ہو اور اسے جائز اور ناجائز کا مسئلہ اختیار کیا ہو اور ایسا نہیں ہے تو یہ تشدد بدعت ہے یا نہیں؟

www.ownislam.com

www.ownislam.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رکوع کے وقت رفع یدین کے دعویٰ کی حقیقت

مصلی جب نماز میں ایک ''ہیئت'' سے دوسری ہیئت کی طرف منتقل ہوتا ہے (جسے رفع وخفض یعنی اونچ نیچ کہتے ہیں) تو تکبیر کہتا ہے اس پر جمیع اہل سنت والجماعت متفق ہیں اور یہ تکبیرات بغیر ہاتھ اٹھائے ہوئے (بغیر رفع یدین کئے) کہنے پر بھی متفق ہیں۔ لیکن غیر مقلدین ایک امر زائد کے قائل ہیں وہ یہ کہ رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد اور تیسری رکعت کے شروع میں ان تکبیرات کے ساتھ رفع یدین (ہاتھ اٹھانے) کو سنت کہتے ہیں اور اسکے خلاف کو جائز نہیں سمجھتے (آمین بالجہر کی طرح)۔ اصولاً یہ بات اسی وقت ثابت ہوسکتی ہے جب دو باتوں میں سے کوئی ایک بات ثابت کی جائے۔

(۱) یا تو دوام رفع یدین ثابت کیا جائے یعنی یہ ثابت کیا جائے کہ حضور اکرم ﷺ مذکورہ مقامات پر ہمیشہ رفع یدین کرتے تھے، یہ بات ثابت کئے بغیر رفع یدین کا ''اصل سنت'' ہونا ثابت نہیں ہوسکتا۔

(۲) یا کم از کم یہ ثابت کیا جائے کہ حضور ﷺ نے اپنی زندگی کی بالکل آخری نماز میں رکوع کے وقت رفع یدین کیا تا کہ نسخ کا احتمال ختم ہوجائے۔

غیر مقلدین رکوع کے وقت رفع یدین کے استدلال میں جتنی بھی روایات پیش کرتے ہیں ان سے صرف رکوع کے وقت کا اثبات رفع یدین ثابت ہوتا ہے، لیکن رفع یدین کی سنت کا باقی ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ اثبات رفع یدین عندالرکوع کی روایات کے موجود ہونے سے رفع یدین کرنا لازم نہیں آتا، ورنہ سجدہ کے وقت اور ہر اونچ نیچ کے وقت اثبات رفع یدین کی روایات بھی موجود ہیں (مثلاً نسائی ج ا ص ۱۲۹، وغیرہ کی روایات)۔ اثبات رفع یدین کی روایات موجود ہونے کے بعد بھی غیر مقلدین سجدہ کے وقت اور ہر اونچ نیچ کے وقت رفع یدین نہیں کرتے اور نہ اس کو سنت سمجھتے ہیں (پھر رکوع کے وقت اثبات رفع یدین کے حوالے سے احناف سے رفع یدین کا مطالبہ کیوں؟)۔

اثبات رفع یدین کی تمام روایات سے دوام یا فعلِ آخر ﷺ نہیں ثابت ہوتا۔ ان روایات سے صرف یہ ''قیاس'' ہوسکتا ہے کہ رفع یدین آخر تک باقی ہوگا۔ لیکن ''قیاس'' کے مقابلے میں ترک رفع یدین کی ''صریح روایات (حدیث اور آثار)'' موجود ہیں اسلئے حدیث وآثار کو قیاس پر ترجیح ہوگی، جس کی بناء پر ترک رفع یدین مستحب ہوگا۔

دعویٰ اتحاد کا اور عمل اختلاف کا:- غیر مقلدوں کی کسی مسجد میں بھی جائزہ لے لیا جائے تو آپ کو درج ذیل منظر نظر آئیگا۔

غیر مقلدین میں ایسے گروہ موجود ہیں جو صرف رکوع کے وقت رفع یدین کو سنت کہتے ہیں۔ کچھ ایسے ہیں جو رکوع کیساتھ ساتھ سجدے کے وقت رفع یدین کو بھی سنت کہتے ہیں۔ بعض ایسے ہیں جو ہر اونچ نیچ پر رفع یدین کو سنت کہتے ہیں۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ غیر مقلدیت میں اختلاف وانتشار ہے اور تقلید میں نظم وضبطِ ملت ہے۔

سوالات

(۱) ایک صحیح صریح حدیث پیش کیجئے کہ آپ ﷺ نے رکوع کے وقت رفع یدین کرنے کا حکم دیا ہو۔

(۲) اگر غیر مقلدین رکوع کے وقت رفع یدین کی سنت کے قائل ہیں تو دوام رفع یدین کی صحیح صریح احادیث پیش کریں؟

(۳) نیز کس دلیل سے رکوع کے علاوہ دیگر مقامات پر رفع یدین کے منسوخ ہونے کے قائل ہیں دلیل پیش کریں؟

www.ownislam.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ اشارہ بالسبابہ اور غیر مقلدین

نماز میں قعدہ کی حالت میں جب مصلی تشہد پڑھتا ہے تو سبابہ (کلمہ کی انگلی) سے ایک مرتبہ اشارہ کرتا ہے۔ ماضی بعید میں علماء میں اختلاف اس بات پر تھا کہ تشہد کے وقت سبابہ سے اشارہ کرنا چاہئے یا نہیں؟ بعض کہتے تھے نہیں کرنا چاہئے کیونکہ یہ سکون کے منافی ہے۔ لیکن اکثر علماء یہ کہتے تھے کہ احادیث میں آتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ اس وقت اشارہ کرتے تھے اگرچہ یہ احادیث ضعیف ہیں لیکن استحباب کیلئے ضعیف احادیث بھی کافی ہیں اسلئے اشارہ کرنا مستحب ہے۔

غیر مقلدین:- غیر مقلدین کہتے ہیں کہ پورے قعدہ میں (بیٹھنے کی حالت میں) سبابہ (کلمہ کی انگلی) بار بار ہلانا سنت ہے اور بار بار نہ ہلانا جائز نہیں (غیر مقلدین اسی کو تحریک سبابہ کہتے ہیں)۔

احناف اور جمہور کا مسلک:- احناف اور جمہور کے نزدیک نماز میں تشہد میں "اشھدان لاالہ الااللہ" پڑھتے وقت انگلیوں سے ایک مرتبہ اشارہ کرنا مستحب ہے، بار بار حرکت دینا ہمارے (احناف کے) نزدیک مکروہ ہے۔ (شرح مشکوٰۃ للقاری)

شوافع کے نزدیک یہ عمل کثیر ہے اس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے (المسوی مصنفہ شیخ ولی اللہ بحوالہ اعلاء السنن ج ۳ ص ۱۵۷)

نکتہ اختلاف:- احناف کہتے ہیں کہ انگلیوں سے حلقہ بنانا ہے سوائے سبابہ کے، اور تشہد کے وقت سبابہ سے (ایک مرتبہ) اشارہ کرنا مستحب ہے۔ جبکہ غیر مقلدین کہتے ہیں کہ پورے قعدہ میں (بیٹھنے کی حالت میں) سبابہ (کلمہ کی انگلی) بار بار ہلانا سنت ہے اور بار بار نہ ہلانا جائز نہیں۔

چونکہ غیر مقلدین تحریکِ سبابہ (بار بار ہلانے) کو سنتِ مؤکدہ جانتے ہیں اسلئے انہیں دلیل میں صحیح صریح حدیث پیش کرنا چاہئے اور جمہور کے استحباب کی دلیل میں ضعیف احادیث بھی کافی ہیں۔

انگلی کو بار بار حرکت دینے کے استدلال میں بہت سی روایات پیش کی جاتی ہیں جو صرف ایک مرتبہ اشارہ کے سلسلہ میں آئی ہیں، ان میں بار بار حرکت دینے کی تصریح نہیں ہے اسلئے بار بار حرکت دینے کے استدلال میں اس قسم کی روایات قابل قبول نہیں ہیں۔ کیونکہ انمیں بار بار حرکت دینے کا ذکر ہی نہیں ہے۔ چنانچہ خود غیر مقلدین کو اس بات کا اعتراف ہے۔ چنانچہ "تخریج صلوٰۃ الرسول ص ۳۰۶ حاشیہ" پر ہے "الحاصل اشارہ کے محل (یعنی جگہ) کے تعین کے بارے میں کوئی صریح صحیح روایت نہیں ہے لہذا ظاہر حدیث (یعنی انکے قیاس) کے مطابق شروع سے انگلی اٹھالینی چاہئے اور حدیث "یُحَرِّکُھَا" کے مطابق اسے حرکت دیتے رہنا چاہئے۔ واللہ اعلم"۔ غیر مقلدین کی اس عبارت کا مطلب ہی یہ ہے کہ کس جگہ انگلی اٹھانا چاہئے یہ متعین نہیں ہے اسلئے انکا قیاس یہ ہے کہ شروع ہی سے انگلی اٹھانا چاہئے اور "یُحَرِّکُھَا" (یعنی اس کو حرکت دیتے تھے) سے یہ قیاس کرتے ہیں کہ بار بار حرکت دیتے تھے، "بار بار حرکت دینے" کا لفظ نہیں ہے۔ شروع سے انگلی اٹھانا اور بار بار حرکت دینے کے سلسلہ میں کوئی صحیح صریح حدیث نہیں ہے یہ عمل صرف "غیر مقلدین کا قیاس" ہے۔

غیر مقلدین سے بحث یہ ہے کہ انگلی کو بار بار حرکت دینا یا نہ دینا۔ غیر مقلدین تشہد میں اپنی انگلی کو بار بار حرکت دیتے ہیں جبکہ جمہور علماء تشہد کے وقت "اشھد ان لاالہ الا اللہ" پر ایک مرتبہ اشارہ کرنے کے قائل ہیں۔ غیر مقلدین بار بار حرکت دینے کے دلائل میں ایسی روایات بھی پیش کرتے ہیں جو ایک مرتبہ اشارہ کے سلسلے میں آئی ہیں ان میں بار بار حرکت دینے کی تصریح نہیں ہے اسلئے ان کیطرف سے ایسی روایت قابل قبول نہیں ہے۔

www.ownislam.com

دعویٰ اتحاد کا اور عمل اختلاف کا:- غیر مقلدوں کی کسی مسجد میں بھی جائزہ لے لیا جائے تو آپ کو درج ذیل منظر نظر آئیگا۔

کوئی اَشْهَدُاَنْ لَّااِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ سے انگلی ہلانا شروع کرتا ہے۔

کوئی شروع قعدہ ہی سے انگلی ہلانا شروع کرتا ہے۔

کوئی پہلے قعدہ میں انگلی بار بار نہیں ہلاتا صرف دوسرے قعدہ میں ہلاتا ہے۔

کوئی دونوں قعدوں میں بار بار انگلی ہلاتا ہے۔

اگر مزید توجہ سے جائزہ لیا جائے تو اور بھی مختلف مناظر نظر آئینگے۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ غیر مقلدیت میں اختلاف وانتشار ہے اور تقلید میں نظم وضبطِ ملت ہے۔

سوالات

(۱) قعدہ میں بار بار انگلی ہلانے کی صرف ایک صحیح صریح حدیث پیش کیجئے؟

(۲) قعدہ میں انگلی کب سے ہلانا شروع کرنا چاہئے صحیح صریح حدیث سے ثابت کیجئے؟

(۳) قعدہ میں انگلی ہلانے کی کیفیت (دائیں بائیں یا اوپر نیچے وغیرہ وغیرہ) کیا ہونی چاہئے صحیح صریح حدیث سے بیان کیجئے؟

www.ownislam.com

www.ownislam.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فجر کی سنّت اور غیر مقلدین

فجر کی سنّت قضا ہو جانے پر، غیر مقلدین فجر کی قضا سنّت طلوع آفتاب سے پہلے پڑھتے ہیں۔ جب کہ بہت سی صحیح احادیث میں صراحتہً فجر کی نماز کے بعد سورج نکلنے تک نماز پڑھنے کی ممانعت وارد ہوئی ہے۔ فجر کی سنّت چھوٹ جانے کے بعد انہیں سورج نکلنے کے بعد پڑھنا چاہئے۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ میں نے کئی صحابیوں سے سنا جن میں حضرت عمر بن الخطابؓ بھی ہیں اور مجھے دیگر صحابہ سے زیادہ محبوب ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز فجر کے بعد طلوع آفتاب تک اور نماز عصر کے بعد غروب آفتاب تک نماز سے منع فرمایا۔ (صحیح مسلم ج ا ص ۲۷۵، بخاری ج ا ص ۸۲)

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے.....دو نمازوں سے منع فرمایا فجر کے بعد سورج نکلنے تک اور عصر کے بعد سورج غروب ہونے تک.....

(صحیح مسلم ج ا ص ۲۷۵، بخاری ج ا ص ۸۳)

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "فجر کی نماز کے بعد کوئی نماز نہیں یہاں تک کہ سورج طلوع ہو جائے اور عصر کی نماز کے بعد کوئی نماز نہیں یہاں تک کہ سورج غروب ہو جائے۔" (صحیح مسلم ج ا ص ۲۷۵، بخاری ج ا ص ۸۲)

ان صحیح اور صریح احادیث کے خلاف غیر مقلدین اپنے اس فعل پر دلیل میں حضرت قیسؓ سے ایک ایسی روایت بیان کرتے ہیں جو ضعیف اور منقطع ہے اور ان احادیث کے تعارض میں ہرگز قابل قبول نہیں ہے، جبکہ غیر مقلدین کا دعویٰ ہے کہ ان کی دلیل صرف صحیح احادیث ہیں۔

اس لئے فجر کی نماز کے بعد سورج طلوع ہونے سے پہلے فجر کی سنت پڑھنا مکروہ ہے، اور غیر مقلدین کا یہ فعل صحیح احادیث کے خلاف ہے۔

نماز کے اوقات مکروہہ اور غیر مقلدین

خیر القرون سے اوقاتِ مکروہہ میں نماز کی ممانعت متواتراً ثابت ہے۔ اور صحیح احادیث میں بھی اوقات مکروہہ میں نماز کی ممانعت وارد ہوئی ہے۔ خلیفہ ثانی حضرت عمرؓ تو اس کا اس قدر اہتمام فرماتے تھے کہ اس کی مخالفت کرنے والوں کو کوڑوں سے دھمکاتے۔ ہر زمانے میں اور ہر علاقے میں فجر کی نماز کے بعد سورج طلوع ہونے تک، زوال کے وقت اور عصر کی نماز کے بعد سورج غروب ہونے تک ان تینوں اوقات میں ممانعت کی علامات مقرر رہی ہیں تا کہ ان اوقات میں نماز پڑھنے سے پرہیز کیا جائے۔ لیکن غیر مقلدین کا وطیرہ یہی رہا ہے کہ عمل کے لئے شاذ امور کو اپناتے ہیں۔ ظہر کی نماز کے بعد، مغرب کی نماز کے بعد، عشاء کی نماز کے بعد، ان اوقات میں سنن و نوافل نمازوں کی تاکید و ترغیب وارد ہوئی ہے تو اس وقت بیٹھے رہتے ہیں یا مسجد کے باہر نکل جاتے ہیں، نفل نمازیں نہیں پڑھتے۔ اور جن اوقات میں نماز پڑھنے کی ممانعت وارد ہوئی ہے ان اوقات میں نوافل کا اہتمام کرتے ہیں۔ ؎ جگ میں چلی نہ ہم نے سلامت روی کی چال

غیر مقلدین کی اہل سنت والجماعت سے مخالفت اور ہٹ دھرمی انہیں گمراہی کی کس پستی تک لے جائے گی اس کا اندازہ لگانا مشکل ہے؟

اوقات مکروہہ میں نماز پڑھنا صحیح احادیث اور جمہور امت کے عملی تواتر کے خلاف ہے۔

www.ownislam.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

برہنہ سر، اجتماعی دعا.... نماز اور غیر مقلدین

سر چھپانا مسلمانوں کا شعار ہے اور اس شعار کا ثبوت خیر القرون یعنی ابتدائی زمانہ ہی سے ملتا ہے، یہی تعامل سلف اور خلف رہا ہے۔ ننگے سر رہنا اسکی ابتداء دنیا کے اکثر حصوں میں، نصاریٰ کے اقتدار کے بعد ہوئی ہے۔ کنز العمال جلد ۱۹ ص ۲۲۳ میں حضرت واثلہؓ سے مرفوعاً روایت ہے ''دن کو سر ڈھانکنا سمجھ داری کی بات ہے۔'' حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سفید گول ٹوپی پہنتے تھے (طبرانی، مجمع ج ۵ ص ۱۲۴)۔ ٹوپی کے شعار ہونے کا ثبوت یہ ہے کہ حضرت رُکانہؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہمارے اور مشرکین کے درمیان ٹوپی پر عمامہ کا فرق ہے (ترمذی ج ۱ ص ۳۰۸، ابوداؤد ج ۲ ص ۵۶۴)۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ سر کو کپڑے سے اکثر چھپایا کرتے تھے (شمائل ترمذی ص ۹)۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ گھر سے باہر تشریف لائے۔ اور آپ ﷺ پر ایک مٹیالے رنگ کا کپڑا تھا جسے آپ نے سر پر ڈال رکھا تھا۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ چادر کے ایک کونا کو آپ ﷺ نے سر پر ڈال رکھا تھا۔ (صریح بخاری ج ۲ ص ۸۶۴)

کپڑے اور ٹوپی کی طرح عمامہ بھی سر چھپانے کی چیز ہے۔

حضرت عمر بن حریثؓ فرماتے ہیں کہ وہ (خوشنما اور پر وقار) منظر میرے سامنے ہے جب نبی پاک ﷺ منبر پر خطبہ پڑھ رہے تھے۔ سیاہ عمامہ آپ کے سرِ مبارک پر تھا۔ اور اس کا شملہ دونوں شانوں کے درمیان تھا۔ (صحیح مسلم ص ۴۴۰، شمائل ترمذی ص ۹)

حضرت خالد بن معدانؒ سے مرسلاً روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے اس اُمت کا اکرام عمامہ کے ذریعے کیا ہے۔

حضرت عمران بن حصینؓ سے روایت ہے کہ عمامہ مومن کا وقار ہے (کنز العمال ج ۱۹ ص ۲۲۲)۔

حضرات صحابہؓ اور تابعین کرام بھی اپنے سروں کو چھپاتے تھے۔ چنانچہ حضرت ابو جعفر انصاریؒ فرماتے ہیں کہ شہادتِ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دن حضرت علی کرم اللہ وجہہ، سیاہ عمامہ باندھے ہوئے تھے۔ ابو رزینؒ نے بیان کیا کہ حضرت حسن بن علیؓ نے ہمیں خطبہ دیا تو آپ پر سیاہ عمامہ تھا۔ رشدینؒ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو میں نے سیاہ عمامہ میں دیکھا ہے۔ مسلمہ بن وردانؒ نے بیان کیا ہے کہ حضرت انسؓ کو میں نے بلا ٹوپی سیاہ عمامہ میں دیکھا ہے۔ حضرت عمار بن یاسرؓ، حضرت ابو درداءؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ، حضرت سعید بن مسیبؒ، حضرت حسن بصریؒ، ابو عبیدؒ اور اسودؒ ان حضرات سے سیاہ عمامہ باندھنا منقول ہے۔ (الحاوی جلد ۲ ص ۷۸)

جس ملّت کا جو شعار ہوتا ہے عام طور پر عبادات اور اہم مواقع پر اس ملت میں اس کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ چوں کہ سر ڈھانپنا مسلمانوں کا شعار ہے۔ شعار اتنا عام ہوتا ہے کہ اس پر تعامل کا ہمیشہ اہتمام ہوتا ہے۔ تعامل کی روایات بعض مرتبہ تو منقول ہی نہیں ہوتیں۔ اور اگر ہوتی بھی ہیں تو کم ہوتی ہیں۔ (مثلاً: لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ، یہ پورا کلمہ ہے اس پر امت مسلمہ کا اجماع ہے۔ اور بغیر اس کے اقرار کے کوئی شخص مسلمان نہیں ہوسکتا۔ لیکن یہ پورا کلمہ صحاح ستہ کی کسی روایت میں منقول نہیں)۔ اسی طرح سر ڈھانک کر نماز پڑھنے کا تعامل خیر القرون سے آج تک متواتر رہا ہے۔ اگر اس کے ثبوت میں

www.ownislam.com

روایات نہ بھی ہوتیں تب بھی یہی مستحب فعل تھا، جبکہ سر ڈھانک کر نماز پڑھنے کی روایات بھی منقول ہیں۔ حضرت وائل بن حجرؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی پاک ﷺ کو دیکھا کہ جب نماز شروع کی کانوں کے برابر ہاتھ اٹھایا۔ پھر میں دوبارہ آیا تو میں نے صحابہ کرامؓ کو دیکھا کہ وہ نماز کے شروع میں اپنے سینوں تک ہاتھ اٹھاتے ہیں اور ان پر ٹوپیاں اور چادریں ہیں (ابوداؤد ج ا ص ۱۰۵)۔ سر ڈھانک کر نماز پڑھنے کی روایات مختلف احادیث کی کتابوں میں کثرت سے وارد ہوئی ہیں۔ مصنف ابن ابی شیبہ میں دو ابواب میں بیس روایات نقل کی گئی ہیں۔ طبرانی میں بھی ٹوپی کے متعلق احادیث موجود ہیں۔

ننگے سر رہنا اور ننگے سر ہی عبادات میں مشغول ہونا یہ اسلام دشمن ملتیں ہنود و نصاریٰ کا طریقہ ہے۔ فی زمانہ اگر بے ترتیب بڑھی ہوئی داڑھی اور ننگے سر ہے تو سادھوؤں سے مشابہت ہے اور اگر داڑھی صاف اور ننگے سر ہے تو نصاریٰ سے مشابہت ہے۔ اسلام دشمن لوگوں کا شعار بنا کر مساجد (اللہ کے دربار) میں آنا اور اسی طرح نماز پڑھنا اور اس پر ضد اور ہٹ دھرمی کرنا گمراہی کی علامت ہے۔

اگر کوئی غیر مقلد اس پر بضد ہے کہ پہلے سر ڈھانپ کر نماز پڑھنے کی اور اجتماعی دعا کی احادیث دکھائی جائیں تب ہی ہم سر ڈھانپ کر نماز پڑھیں گے اور اجتماعی دعا میں شریک ہوں گے تو ایسے ضدی اور ہٹ دھرم، پہلے نماز کے اندر کے امور کی احادیث پیش کریں جن پر وہ عمل کرتے ہیں اور ان امور کے سلسلہ میں کوئی حدیث منقول نہیں ہے۔ مثلاً صرف ایک رکعت نماز میں چند امور پیش کیے جاتے ہیں۔

(۱) امام تکبیرات بلند آواز سے کہتا ہے۔ اور یہ حضرات آہستہ سے کہتے ہیں۔

(۲) امام سورۂ فاتحہ بلند آواز سے پڑھتا ہے۔ اور یہ حضرات آہستہ سے پڑھتے ہیں۔

(۳) امام جب ''ولا الضالین'' کہتا ہے تو یہ حضرات (مقتدی) بلند آواز سے آمین کہتے ہیں۔

(۴) یہ حضرات جب بھی قیام کی حالت میں ہوتے ہیں تو ہاتھ باندھتے ہیں لیکن قومہ میں (رکوع سے اٹھنے کے بعد) ہاتھ چھوڑ دیتے ہیں۔

(۵) رکوع میں امام بھی اور یہ حضرات بھی آہستہ سے ''سبحان ربی العظیم'' کہتے ہیں۔

(۶) سجدہ میں امام بھی اور یہ حضرات بھی آہستہ سے ''سبحان ربی الاعلیٰ'' کہتے ہیں۔

اگر غیر مقلدین کے لئے کسی بھی عمل میں یہی شرط ہو تو وہ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور اسلام کے مختلف احکامات پر عمل کر سکتے ہی نہیں۔ یا انہیں غیر مقلدیت چھوڑنی ہوگی یا اسلام (نعوذ باللہ من ذالک)

اس لئے ننگے سر نماز پڑھنے اور اجتماعی دعاء کے ترک کرنے سے پہلے درج بالا امور کی احادیث پیش کریں ورنہ کم از کم مقلدین کی مساجد میں مذکورہ دونوں امور پر ہٹ دھرمی سے باز آئیں۔

www.ownislam.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقلید اور غیر مقلدین

مسائل کے استنباط کے لئے شریعتِ اسلامیہ میں شرعی دلائل چار ہیں (۱) کتاب اللہ (۲) سنت رسول اللہ ﷺ (۳) اجماع امت (۴) قیاس شرعی۔ غیر مقلدین کے نزدیک شرعی دلائل صرف دو ہیں (۱) کتاب اللہ (۲) احادیث رسول اللہ ﷺ۔ لیکن غیر مقلدین کا یہ موقف ''محض دعویٰ'' ہے، اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ اسلام کے پانچ ارکان ہیں (۱) ایمان (۲) نماز (۳) روزہ (۴) زکوٰۃ (۵) حج۔ اسلام کے ان ارکان پر کوئی شخص بغیر تقلید شرعی کے عمل کر سکتا ہی نہیں۔ اسلام کے کسی رکن کے مسائل کا جائزہ لیا جائے، یہ بات بالکل حقیقی ہوگی کہ بہت سے مسائل ایسے ہیں جن پر تقلید شرعی کے بغیر عمل ممکن ہی نہیں۔ بطورِ مثال صرف ایک رکعت نماز کو لے لیجئے۔ ایک رکعت نماز بھی غیر مقلدین بغیر تقلید شرعی کے نہیں پڑھ سکتے۔ درج ذیل امور میں ان کے پاس کوئی آیت یا حدیث موجود نہیں ہے۔

(۱) امام تکبیرات بلند آواز سے کہتا ہے۔ اور یہ حضرات آہستہ سے کہتے ہیں۔

(۲) امام سورۂ فاتحہ بلند آواز سے پڑھتا ہے۔ اور یہ حضرات آہستہ سے پڑھتے ہیں۔

(۳) امام جب ''ولا الضآلین'' کہتا ہے تو یہ حضرات ''مقتدی'' بلند آواز سے آمین کہتے ہیں۔

(۴) یہ حضرات جب بھی قیام کی حالت میں ہوتے ہیں تو ہاتھ باندھتے ہیں لیکن قومہ میں (رکوع سے اٹھنے کے بعد) ہاتھ چھوڑ دیتے ہیں۔

(۵) رکوع میں امام بھی اور یہ حضرات بھی آہستہ سے ''سبحان ربی العظیم'' کہتے ہیں۔

(۶) سجدہ میں امام بھی اور یہ حضرات بھی آہستہ سے ''سبحان ربی الاعلیٰ'' کہتے ہیں۔

غیر مقلدین ''تقلید شرعی'' کو شرک، کفر، بدعت کہنے پر پورا زور صرف کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بغیر قرآنِ کریم کی آیت اور حدیث رسولؐ کسی مسئلے پر عمل کرنا شرک ہے۔ اس طرح درج بالا امور میں غیر مقلدین ایک رکعت نماز پڑھتے ہیں اور خود ان کے اصول کے مطابق چھ مرتبہ شرک کرتے ہیں۔ اور یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ شرک کو معاف نہیں فرمائیں گے۔ اور باقی جس گناہ کو چاہیں گے معاف فرما دیں گے۔ غرض اسلام کے کثیر مسائل پر بغیر تقلید شرعی عمل کرنا ممکن نہیں ہے اور غیر مقلد رہتے ہوئے ان مسائل پر عمل کرنا ممکن نہیں بلکہ شرک ہے۔ اسلئے خود غیر مقلدین کے اصول کے مطابق انہیں دو میں سے ایک چیز ترک کرنا ہوگی۔ غیر مقلدیت یا اسلام (نعوذ با للہ من ذالک)۔

غیر مقلدین کیا چھوڑنا پسند کریں گے غیر مقلدیت یا اسلام؟

o بسم اللہ الرحمٰن الرحیم o

اسلام میں عورتوں کی نماز

اھل سنت والجماعت کااجماع

خیرالقرون سے حدوث اہل حدیث (فرقہ اہل حدیث کے پیدا ہونے) تک جمیع اہل سنت والجماعت کا معمول تھا کہ

(۱)"احادیث "اور" تعامل سلف" میں نماز میں عورتوں کیلئے جوفرق وارد ہوا ہے عورتیں ہمیشہ سے ان تمام فرقوں کیساتھ نماز پڑھتی تھیں۔ائمہ اربعہ کے مسالک یہی ہیں،فقہائے امت کا اسی پر اجماع ہے۔بلکہ فرقۂ اہل حدیث کے پیدا ہونیکے کچھ عرصہ کے بعد تک خود ان غیر مقلدین کی عورتیں بھی انہیں فرقوں کیساتھ نماز پڑھتی تھیں (ملاحظہ ہوں عورتوں کی نماز کے سلسلہ میں غیر مقلدین علماء کے ابتدائی فتاوے)

(۲) خیرالقرون کے بعد سے حدوث اہل حدیث تک کوئی عورت مسجد میں نماز کیلئے نہیں جاتی تھیں اور نہ ہی کسی محدّث، کسی فقیہ یا کسی عالم نے اسکا مطالبہ کیا کہ عورتیں مساجد میں نماز کیلئے جائیں (اس وقت بھی وہ تمام روایات احادیث کی کتابوں میں موجود تھیں جنکے حوالے دے دے کر آج غیر مقلدین مطالبہ کرتے ہیں) بلکہ حدوث اہل حدیث کے کچھ عرصہ بعد تک خود غیر مقلدین کی مساجد میں بھی عورتوں کا داخلہ ممنوع تھا۔

(۳) خیرالقرون کے بعد سے حدوث اہل حدیث تک جمعہ کی نماز کیلئے مساجد میں اور عیدین کی نماز کیلئے عیدگاہ میں عورتیں حاضر نہیں ہوتی تھیں اور نہ کوئی اسکا مطالبہ کرتا تھا۔بلکہ حدوث اہل حدیث کے کچھ عرصہ بعد تک خود انکی مساجد اور عیدگاہ میں جمعہ اور عیدین کیلئے عورتیں حاضر نہیں ہوتی تھیں۔

گویا خیرالقرون کے بعد سے حدوث اہل حدیث تک (تقریبا ایک ہزار سال سے زائد عرصہ تک) مذکورہ امور پر جمیع اہل سنت والجماعت کا اجماع ہے اور حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ "میری

امت گمراہی پر جمع نہیں ہوسکتی"۔

جدید انکشافات

اپنی پیدائش کے کچھ عرصہ بعد غیر مقلدین کو جدید انکشافات ہوئے کہ ایک ہزار سال سے زائد عرصہ تک امت جو کرتی آئی ہے اور خود ان (غیر مقلدین) کا بھی جو عمل تھا وہ غلط تھا۔صحیح یہ ہے کہ

(۱) عورتوں اور مردوں کی نماز میں کوئی فرق نہیں۔

(۲) جمعہ اور عیدین کیلئے مساجد اور عیدگاہ میں عورتوں کی حاضری ضروری ہے۔

(۳) فی زمانہ (اس پُرفتن دور میں بھی) عورتوں کو نماز کیلئے مساجد میں جانا چاہئے۔

درج بالا جدید انکشافات کی حقیقت کیا ہے؟ تفصیلات اندرونی صفحات میں ملاحظہ ہوں۔

عورتوں اور مردوں کی نماز کا فرق

جمہور امت کے نزدیک

احناف:۔ عورت اپنے سجدہ میں پست رہے گی اور اپنے پیٹ کو اپنی رانوں سے چپکائے رہے گی کیونکہ اسکے حق میں یہی زیادہ چھپانے والا ہے (ھدایہ:۱/۱۱۰)۔

مالکیہ:۔ مرد کیلئے حالت سجدہ میں اپنے پیٹ کو رانوں سے علاحدہ رکھنا مطلوب ہے، اسی طرح کہنیوں، گھٹنوں، بازوؤں اور پہلوؤں کو ایک دوسرے سے جدا رکھنا اور کشادہ رکھنا مطلوب اور مندوب ہے۔لیکن عورت اپنے تمام احوال میں سمٹی رہے گی۔

(اَلشَّرْحُ الصَّغِیْرُ عَلیٰ اَقْرَبِ الْمَسَالِکِ اِلَی الْاِمَامِ مَالِکْ:۱/۳۲۸.۳۲۹)

شوافع:۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو چھپ کر رہنے کا ادب سکھلایا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے بھی عورتوں کو یہی ادب سکھلایا ہے اور میں عورتوں کیلئے حالتِ سجدہ میں یہ پسند کرتا ہوں کہ وہ اپنے بدن کے ایک حصہ کو دوسرے حصہ سے ملالے اور اپنے پیٹ کو ران سے چپکالے اور اس طرح سجدہ کرے جو اس کیلئے زیادہ چھپانے والا ہو۔اسی طرح عورت کیلئے رکوع،

www.ownislam.com
www.ownislam.com

جلسہ اور پوری نماز میں یہی پسند کرتا ہوں کہ عورت اس ہیئت پر رہے جو اس کیلئے سب سے زیادہ ساتر (چھپانے والی) ہو۔ اور میں پسند کرتا ہوں کہ رکوع سجدہ میں اپنی چادر کو کشادہ رکھے تا کہ کپڑوں سے اسکے بدن کے خدوخال نمایاں نہ ہوں۔ (کتاب الام: ۱/۱۰۰)

حنابلہ:۔ عورت بھی مرد کی طرح ہے لیکن عورت اپنے آپ کو سمیٹے رہے گی اور اپنے دونوں پیر دائیں جانب نکال لے گی (زَادُ الْمُسْتَقْنِعِ ص ۱۱۹)

احادیث اور آثار

تکبیر تحریمہ اور ہاتھ باندھنا:۔ خواتین نماز شروع کرتے وقت دونوں ہاتھ کاندھوں تک اٹھائیں (کانوں تک نہ اٹھائیں)

● حضرت وائل بن حجرؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا اے ابن حجر! جب تم نماز پڑھو تو اپنے ہاتھوں کو اپنے کانوں کے مقابل کرلو (اٹھاتے وقت) اور عورت اپنے ہاتھوں کو اپنے ثدیین (پستانوں) کے مقابل میں کرلے یعنی مونڈھے تک اٹھائے۔ (رواہ الطبرانی فی الکبیر ج ۲۲ ص ۲۰)

☆ حضرت سلمان بن عمیرؒ کہتے ہیں کہ میں نے ام الدرداءؓ کو دیکھا (جو جلیل القدر مشہور صحابیہ ہیں جن کا نام خیرۃ ہے، تہذیب التہذیب ج ۱۲ ص ۴۶۶) کہ وہ اپنے ہاتھوں کو مونڈھوں کے مقابل اٹھاتی تھیں۔ (جزء رفع یدین بخاری ص ۱۲)

☆ عبدربہ بن سلیمانؒ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت اُم لدرداءؓ کو دیکھا کہ وہ نماز میں ہاتھوں کو کندھوں کے برابر اٹھاتی تھیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ "فی المرأۃ اذا افتتحت الصلاۃ الی این تر فع یدیھا" ج ۲ ص ۴۲۱)

☆ حضرت عطاءؒ سے پوچھا گیا کہ عورت نماز میں اپنے ہاتھ کہاں تک اٹھائے گی تو فرمایا کہ اپنے پستانوں تک (مصنف ابن ابی شیبہ "فی المرأۃ اذا افتتحت الصلاۃ الی این تر فع یدیھا" ج ۲ ص ۴۲۱)

☆ حضرت عاصم احول نے کہا کہ میں نے حضرت حفصہ بنت سیرینؒ کو دیکھا کہ انہوں نے نماز میں تکبیر کہی اور اشارہ کیا سینے کے مقابل تک اور بیان کیا یحییٰ نے پس ہاتھوں کو بلند کر کے جمع کیا (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۴۲۲)

☆ حضرت ابن جریجؒ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے عطاؒ سے کہا کیا عورت تکبیر میں مَردوں کے مانند اشارہ کرے؟ کہا کہ نہ بلند کرے وہ اپنے ہاتھوں کو مَردوں کے مانند اور اشارہ کیا پس ہاتھوں کو کافی نیچے رکھا اور دونوں کو اسی جگہ جمع کرلیا اور کہا کہ عورتوں کی ہیئت مَردوں کی طرح نہیں ہے (مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۱۳۷)

سجدہ اور قعدہ کی کیفیت:۔ ● "حضور ﷺ دو عورتوں کے پاس سے گذرے جو نماز پڑھ رہی تھیں آپ ﷺ نے ان سے فرمایا جب تم سجدہ کرو تو اپنے جسم کا کچھ حصہ زمین سے ملا لیا کرو کیونکہ عورت کا حکم اس بارے میں مرد جیسا نہیں ہے۔ (مراسیل ابوداؤد ص ۸)"

● حضرت ابن عمرؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ جب عورت نماز میں بیٹھے تو اپنی ایک ران کو دوسری ران پر رکھے اور جب سجدہ کرے تو اپنے پیٹ کو اپنی ران سے ملا لے جو کہ اس کیلئے زیادہ چھپانیوالا ہوگا، اسلئے کہ اللہ تعالیٰ اسکو (یعنی عورت کو) دیکھ کر اپنے فرشتوں سے فرماتے ہیں کہ اے میرے فرشتو! میں تمہیں اس بات پر گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اس عورت کی مغفرت کردی۔

(بحوالہ اعلاء السنن ج ۳ ص ۳۳، ابن عدی فی الکامل، بیہقی فی سننہ، کنزل العمال ج ۴ ص ۱۱۷)

● حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ عورت جب سجدہ کرے تو اپنی رانوں کو (اچھی طرح) ملا لے۔

(سنن الکبریٰ بیہقی ج ۲ ص ۲۲۲، مصنف ابن ابی شیبہ "المرأۃ کیف تکون فی سجودھا" ج ۲ ص ۵۰۴)

غیر مقلدین کے نزدیک

"اسلام کے احکامات عام طور پر عورتوں اور مردوں کیلئے یکساں ہیں" (یہ اصول ہے جو قیاس کی حیثیت رکھتا ہے)۔ مگر وہ احکامات مستثنیٰ ہیں جنکے تعلق سے احادیث میں فرق بتایا گیا ہے۔ اسی طرح مردوں اور عورتوں کی نماز یکساں ہے، سوائے ان امور کے جن میں احادیث سے استثناء آیا ہے (یعنی فرق بتایا گیا ہے)۔ مثلاً حدیث میں آیا ہے "فَاِنَّ الْمَرْاَۃَ لَیْسَتْ فِیْ ذٰلِکَ کَالرَّجُلِ۔ یعنی کیونکہ عورت کا حکم اس بارے میں مرد جیسا نہیں ہے"۔ (مراسیل ابوداؤد ص ۸)

اگر عورت اور مرد کی نماز کا فرق احادیث میں بتایا گیا ہو تو قیاس پر احادیث کو ترجیح دی

www.ownislam.com

جائیگی (اگر چہ احادیث ضعیف ہوں)۔ ہمارے نزدیک ضعیف حدیث بھی حجت ہے اور غیر مقلدین کے نزدیک قیاس حجت نہیں ہے پھر بھی وہ قیاس کو حدیث پر ترجیح دیتے ہیں۔

اس سے زیادہ حیرت کی بات یہ ہے کہ غیر مقلدین کے پاس ایک حدیث بھی نہیں ہے کہ وہ اسکے حوالے سے عورتوں کی نماز کا طریقہ بتا سکیں۔ انکے پاس صرف ''قیاس'' ہے کہ ''عورتوں اور مردوں کی نماز یکساں ہے'' یا ''عورتوں اور مردوں کی نماز میں کوئی فرق نہیں ہے'' یہ ''قیاس'' کسی حدیث میں نہیں ملتا۔ اور بغیر کسی دلیل کے عمل کرنا تقلید ہے جو انکے نزدیک شرک ہے۔ اب چونکہ انکے پاس ''عورتوں کی نماز کے طریقہ'' میں کوئی حدیث نہیں ہے اسلئے غیر مقلدین کے اصول کی رو سے عورتیں نماز پڑھ سکتی ہی نہیں۔

عورتوں کی جمعہ اور عیدین میں حاضری کی حقیقت

نماز جمعہ عورت، بچہ، مریض و مسافر پر فرض نہیں

حضرت طارق بن شہابؓ سے مروی ہے کہ حضورﷺ نے ارشاد فرمایا جمعہ جماعت کیساتھ ہر مسلمان پر فرض ہے ثابت شدہ ہے۔ سوائے چار لوگوں کے۔ یعنی غلام، عورت، بچہ، بیمار کے۔

(ابوداؤد شریف ج ۱ ص ۱۵۳، سنن دار قطنی ج ۲ ص ۳، طبرانی کبیر ج ۸ ص ۳۲۱ حدیث نمبر ۸۲۰۶، سنن کبریٰ بیہقی ج ۳ ص ۱۷۲، مستدرک حاکم ج ۱ ص ۴۲۵)

حضرت ابو ہریرہؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ پانچ لوگوں پر جمعہ فرض نہیں عورت، مسافر، غلام، بچہ اور اہل دیہات۔ (رواہ الطبرانی فی الاوسط، کنز العمال ج ۷ ص ۲۲ حدیث نمبر ۲۱۰۹۶)

حضرت محمد بن کعب قرضیؓ سے روایت ہے کہ حضورﷺ نے ارشاد ہے کہ چار اشخاص ایسے ہیں جن پر جمعہ فرض نہیں ہے عورت، غلام، مسافر اور مریض۔ (امام محمد کتاب الآثار ص ۳۵)

حضرت محمد بن کعب قرضیؓ سے روایت ہے کہ حضورﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اللہ پر اور یوم آخرت پر یقین رکھتا ہو اس پر جمعہ کے روز نماز جمعہ فرض ہے سوائے عورت، بچہ، غلام اور بیمار پر۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۶۵؛ ''فیمن لاتجب علیه الجمعة''، المعرفہ للبیہقی ج ۴ ص ۳۱۲،

مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۱۷۳)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ حضورﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اللہ پر اور یوم آخرت پر یقین رکھتا ہو اس پر جمعہ کے روز نماز جمعہ فرض ہے سوائے مریض، مسافر، عورت، بچہ اور غلام۔

(سنن دار قطنی ج ۲ ص ۳)

جمعہ کی حاضری:۔ جب عورتوں پر ''جمعہ کی نماز'' فرض ہی نہیں ہے تو جمعہ کی نماز کیلئے فی زمانہ ان کی ''مساجد میں حاضری'' کیوں لازمی ہے؟

عیدگاہ میں حاضری:۔ غیر مقلدین کے نزدیک مَردوں پر بھی ''نماز عیدین'' واجب نہیں ہے، پھر عورتوں پر کیوں واجب ہوگی؟ اور جب عورتوں پر ''عیدین کی نماز'' واجب نہیں ہے تو فی زمانہ ان کی عیدگاہ کی حاضری کیوں لازمی ہے؟

فی زمانہ مساجد میں عورتوں کی نماز کی حقیقت

[فی زمانہ جب یہ بحث چھڑتی ہے کہ عورتیں گھروں میں نماز پڑھیں مساجد میں نہ جائیں تو غیر مقلدین، حضور اکرمﷺ کے زمانہ میں (جو کہ خیر القرون تھا) عورتوں کے مسجد میں جانے کی روایات پیش کرتے ہیں۔ خیر القرون میں عورتیں نماز کیلئے مساجد میں جاتی تھیں اس سے کسی کو انکار نہیں۔ پھر اسکی دلیل میں روایات پیش کرنا تحصیل حاصل (جس کو تسلیم کیا جاتا ہے اسے تسلیم کرانا) ہے۔ بعد میں عورتوں کے حالات اور فتنوں کے اندیشے کے سبب صحابۂ کرامؓ نے عورتوں کو مساجد میں جانے سے روک دیا۔ نکتۂ بحث یہ ہے کہ صحابۂ کرامؓ نے عورتوں کو مساجد میں جانے سے جو روکا تھا وہ صحیح ہے کہ نہیں اور آج کے زمانہ میں صحابۂ کرامؓ کے اس فیصلے پر عمل کرنا صحیح ہے یا نہیں؟ اس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

دراصل حضور اکرمﷺ کے زمانہ میں عورتوں کا نماز کیلئے مساجد میں جانا ''مباح'' یا ''مستحب'' فعل تھا، واجب نہ تھا۔ مردوں کیلئے اذان سنکر جماعت کیلئے مسجد میں جانا واجب ہے۔ لیکن عورتوں

www.ownislam.com

کیلئے یہ حکم تھا کہ وہ مسجد میں جانے کیلئے اجازت طلب کریں اور احادیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ''عورتوں کی نماز انکے گھروں میں زیادہ اجر وثواب کا باعث ہے''۔ ان تمام وجوہات کی بناء پر خیر القرون میں بھی عورتوں کا مسجد میں جانا یا تو مباح تھا یا مستحب۔ اصول یہ ہے کہ جو مباح یا مستحب ذریعہ بنتا ہو کسی معصیت کا وہ بھی ممنوع ہو جاتا ہے۔ اسی طرح ممکن ہے کہ ایک فعل فی نفسہٖ مباح ہو مگر دوسری حیثیت سے اسمیں قبح (خرابی) آجائے اور وہ حیثیت افضاء الی المعصیت ہے (یعنی گناہ کا ذریعہ بن جاتا ہے)۔ التبلیغ ص ۲۳۔ خود حضور اکرم ﷺ سے فتنوں کے اندیشوں سے ''مباح'' بلکہ ''مستحب'' امر کا ترک کرنا ثابت ہے۔ مثلاً حدیث شریف میں قصہ آیا ہے کہ حضور ﷺ نے حطیم کو بیت اللہ کے اندر داخل کرنے کا ارادہ فرمایا مگر اس خیال سے کہ جدید الاسلام کے قلوب میں خلجان پیدا ہوگا اور خود بناء کے اندر داخل ہونا امر ضروری نہ تھا اسلئے آپ نے اس قصد کو ملتوی فرمادیا اور تصریحاً یہی وجہ ارشاد فرمائی۔ حالانکہ بناء کے اندر داخل فرمادینا مستحسن تھا مگر ضرر عوام کے اندیشہ سے اس کو ترک فرمادیا۔ (اصلاح الرسوم ص ۱۱۵)

اور یہ بھی ممکن ہے کہ کسی امر کو ایک زمانہ میں جائز کیا جائے کیونکہ اسوقت اسمیں وجوہِ کراہت کی نہیں تھیں اور دوسرے زمانہ میں ناجائز کہہ دیا جائے اسلئے کہ اس وقت کراہت کی علت پیدا ہوگئی۔ یا ایک مقام پر اجازت دی جائے اور دوسرے مقام میں منع کردیا جائے۔

مثال:۔ دیکھو رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کو مساجد میں آکر نماز پڑھنے کی اجازت دی تھی کیونکہ اس وقت فتنہ کا احتمال نہ تھا اور صحابہ کرامؓ نے بدلی ہوئی حالت دیکھ کر ممانعت فرمادی۔ حدیث وفقہ میں اسکے بے شمار نظائر (مثالیں) مذکور ہیں (اصلاح الرسوم ص ۱۱۶)۔

دھیان دینے کی بات یہ ہے کہ صحابۂ کرامؓ نے بنفس نفیس مشاہدہ کیا تھا کہ خیر القرون میں عورتیں مساجد میں نماز پڑھتی تھیں اور عورتوں کے مسجد میں نماز پڑھنے کی روایت صحابۂ کرامؓ کے ذریعہ سے ہی امت تک پہنچی اور یہ روایات بھی انکے ذریعہ ہی پہنچی کہ جب عورتیں مسجد میں جانیکی اجازت چاہیں تو انہیں اجازت دے دو۔ ایسا تو نہیں تو سکتا کہ صحابۂ کرامؓ اجمعین حضور اکرم ﷺ اور اسلام کی نافرمانی کریں (نعوذ باللہ من ذلک)۔ پھر اسکے بعد جن راویوں کے ذریعے مذکورہ

روایات پہونچیں وہ بھی عورتوں کے مساجد میں جانیکی ممانعت کے حامی تھے۔ جن محدثین نے اپنی کتابوں میں ان روایات کو جمع کیا کسی نے اپنی کتاب میں اس ممانعت کیخلاف ایک جملہ تک نہیں لکھا۔ یہاں تک کہ غیر مقلدین کے جو فرقے آج ان روایات کا حوالہ دے دے کر عورتوں کے مسجد میں جانیکا مطالبہ کرتے ہیں انکے فرقے کا عمل کچھ عرصہ تک ممانعت کا ہی تھا۔ اہل سنت والجماعت کا ایک ہزار سال سے زائد عرصہ سے اس پر اجماع ہے۔ لیکن غیر مقلدین کو یہ جدید انکشاف ہوا کہ آج تک جو امت کرتے آئی ہے اور جس پر خود انکا بھی عمل تھا وہ غلط تھا آج جوان پر جدید انکشافات ہوئے ہیں وہ صحیح ہے۔ اس کی حقیقت ملاحظہ ہو۔

فی زمانہ مساجد میں عورتوں کی نماز کی حقیقت کی تفصیل ذیل میں ملاحظہ ہو۔]

حضور ﷺ کا زمانہ خیر القرون ہے عورتوں کو مساجد میں نماز پڑھنے کی اجازت تھی انکی صفیں آخر میں مردوں، بچوں کے بعد لگا کرتی تھی۔

(صحیح بخاری باب صلوٰۃ النساء خلف الرجال ج ۱ ص ۱۲۰، صحیح مسلم باب جواز الجماعۃ النافلۃ و الصلوٰۃ علی حصیر وخمرۃ و ثوب وغیرھا من الطاھرات ج ۱ ص ۲۳۴، نسائی "المنفرد خلف الصف" ج ۱ ص ۱۳۹، ترمذی باب ما جاء فی الرجل یصلی ومعہ رجل و نساء ج ۱ ص ۵۵، ابوداؤد باب اذا کانوا ثلاثۃ کیف یقومون ج ۱ ص ۹۰، مسند احمد ج ۳ ص ۱۶۴)

۱) حضور ﷺ کا زمانہ خیر القرون تھا ۲) فتنوں سے محفوظ تھا ۳) رسول مقبول ﷺ بنفس نفیس تشریف فرما تھے۔ وحی نازل ہوتی تھی۔ نئے نئے احکام آتے تھے ۴) نماز وغیرہ کے مسائل سیکھنے کی ضرورت تھی ۵) اور سب سے بڑھ کر حضور اکرم ﷺ کی اقتداء میں نماز ادا کرنیکا شرف حاصل ہوتا تھا۔

ان تمام باتوں کے باوجود عورتیں نماز باجماعت پڑھنے کی مکلّف نہیں تھیں انہیں صرف اجازت تھی اور وہ بھی مشروط تھی۔ یعنی ان کیلئے مسجد میں جانے کا حکم عام نہیں تھا ان کیلئے لازم تھا کہ وہ مسجد کی نماز کیلئے اجازت لیں۔ اسی لئے حدیث میں حضور ﷺ نے فرمایا ''کہ جب تم میں سے کسی کی عورت مسجد میں جانیکی اجازت چاہے تو اسے نہ روکو'' (صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۲۰، صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۸۳ وغیرہ)۔ اجازت کی شرط فتنوں سے احتیاط ہی تھی۔ خلیفۂ راشدِ ثانی حضرت عمر فاروق (جن کے حق میں بھی یہ حدیث صادق آتی ہے ''عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ ..... یعنی تم پر لازم ہے میری

www.ownislam.com

سنت اور خلفاءِ راشدین کی سنت'') کا دور آیا اور عورتوں کی حالت میں تبدیلی دیکھ کر آپ نے ان عورتوں کو جو مسجد میں آتی تھیں روک دیا۔ تمام صحابہ کرام نے اس بات کو پسند فرمایا کسی نے مخالفت نہیں کی۔ البتہ بعض عورتوں نے اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے اسکی شکایت فرمائی تو حضرت اُم المومنینؓ جو مزاجِ نبوت کی پہچاننے والی تھیں اور اسرار شریعت سے واقف تھیں انہوں نے بھی فیصلہ فاروقی سے اتفاق کرتے ہوئے فرمایا۔ ''ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ عورتوں نے جو (زیب وزینت آرائش وزیبائش کا) طریقہ ایجاد کیا ہے اگر رسول اللہ ﷺ اسے ملاحظہ فرماتے تو انہیں مسجدوں سے ضرور روک دیتے جیسا کہ بنی اسرائیل کی عورتوں کو روک دیا گیا تھا'' (صحیح بخاری ج ا ص ۱۱۹، صحیح مسلم ج ا ص ۱۸۳، ابوداؤد ج ا ص ۸۴، موطا امام مالک ص ۶۹، مسند بزار ج ۳ ص ۱۴۹)۔ امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ام المومنینؓ کے اس اثر میں جسکو امام بخاریؒ نے نقل کیا اس بات کی دلیل ہے کہ جب عورتوں میں بدعات پیدا ہو جائے تو پھر انکا مسجدوں میں جانا درست نہیں ہے (عمدۃ القاری شرح بخاری ج ۲ ص ۱۵۹)۔ احناف، مالکیہ، شوافع، حنابلہ غرض جمیع اہلسنت والجماعت کے نزدیک عورتوں کا مساجد میں نماز کیلئے جانا مکروہ تحریمی ہے۔

خلیفۂ راشد ثانی نے اور اُم المومنین حضرت عائشہؓ نے تنبیہ فرمائی اور حضرات صحابہ کرامؓ اجمعین، تابعین عظام، اور فقہاءِ امت نے اس پر اتفاق کیا۔ عورتوں کو مساجد میں جانے سے روکا گیا۔ اور اس پر اجماعِ امت ہو گیا۔ علامہ بدرالدین عینیؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے اصحاب نے عورتوں کو مسجدوں میں جانے کو مکروہ تحریمی قرار دیا ہے۔ کیونکہ انکے نکلنے میں فتنہ کا اندیشہ ہے اور یہ سبب ہے حرمت کا۔ اور جو چیز حرام تک پہنچائے وہ بھی حرام ہے۔ اس اجماعِ امت پر ہر دور میں عمل باقی رہا۔

تو پھر کیا وجہ ہے کہ آج عورتوں کو مساجد میں جانے پر زور دیا جا رہا ہے بلکہ اس کو سنت سمجھا جا رہا ہے۔ کیا آج کا معاشرہ ام المومنین اور حضرات صحابہ کرامؓ کے معاشرہ سے اچھا ہو گیا ہے؟ یا حضرات صحابہ کرام منشاء نبوت کو بہتر طور پر سمجھنے والے نہیں تھے؟ کیا حضرات صحابہ کرامؓ حقوقِ نسواں کا پاس ولحاظ کرنے والے نہیں تھے؟ مقلدین کی ضد میں غیر مقلدین، عورتوں کو ''مساجد میں نماز'' کے نام پر گھروں سے نکالتے ہیں اور شیاطین کو انکے پیچھے لگاتے ہیں (کیوں

کہ حدیث میں ہے کہ اَلْمَرْاَۃُ عَوْرَۃٌ فَاِذَا خَرَجَتْ اِسْتَشْرَفَهَا الشَّيْطَانُ (ترمذی ج ا ص ۲۲۲)

ترجمہ:۔ عورت سراپا چھپانے کی چیز ہے جب وہ گھر سے نکلتی ہے تو شیطان اسکی تاک جھانک میں لگ جاتا ہے) اور انکو اپنے رب سے دور کر دیتا ہے (اسلئے کہ صحیح ابن خزیمہ اور صحیح ابن حبان میں ہے کہ ''وَ اَقْرَبُ مَا تَكُوْنُ مِنْ وَجْهِ رَبِّهَا وَهِيَ فِيْ قَعْرِ بَيْتِهَا. یعنی عورت جب تک اپنے گھر کے اندر ہوتی ہے اپنے رب سے زیادہ قریب ہوتی ہے۔ الترغیب للمنذری ج ا ص ۱۳۶) اور اس کے بعد بھی مسجد میں نماز کا موقع دیتے ہی نہیں۔ انہیں ایک الگ حجرے میں رکھتے ہیں جب کہ خیر القرون میں عورتوں کی صفیں مسجد ہی میں مردوں اور بچوں کے بعد لگتی تھیں

(صحیح بخاری باب صلوۃ النساء خلف الرجال ج ا ص ۱۲۰، صحیح مسلم باب جواز الجماعۃ النافلۃ والصلوۃ علی حصیر وخمرۃ وثوب وغیرھا من الطاھرات ج ا ص ۲۳۴، نسائی ''المنفرد خلف الصف'' ج ا ص ۱۳۹، ترمذی باب ما جاء فی الرجل یصلی و معہ رجل و نساء ج ا ص ۵۵، ابوداؤد باب اذا کانوا ثلاثۃ کیف یقومون ج ا ص ۹۰، مسند احمد ج ۳ ص ۱۶۴)۔

اگر غیر مقلدین الگ سے حجرہ بنانے کی وجہ یہ بیان کریں کہ یہ ''فتنوں سے احتیاط'' ہے تو پھر فتنوں سے زیادہ احتیاط تو عورتوں کا گھروں کے حجرے میں نماز پڑھنا ہے کیونکہ احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ عورتوں کی نماز انکے گھروں میں زیادہ اجر وثواب کا باعث ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ حضرت ام حمیدؓ نبی ﷺ کے پاس تشریف لائیں اور کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ مجھے آپ کے پیچھے نماز پڑھنے کا بہت شوق ہے آپ ﷺ نے فرمایا میں جانتا ہوں کہ تم میرے پیچھے نماز پڑھنے کا بہت شوق رکھتی ہو لیکن تمہارے لئے گھر کے حجرے میں نماز پڑھنا زیادہ بہتر ہے صحن کی نماز سے، اور صحن کی نماز برآمدہ کی نماز سے بہتر ہے اور محلّہ کی مسجد کی نماز میری مسجد (مسجد نبوی) میں ادا کرنے سے بہتر ہے حضرت ام حمیدؓ نے یہ ارشاد گرامی سن کر اپنے گھر والوں کو حکم دیا کہ ایک جگہ نماز کیلئے گھر میں اندرونی کوٹھری میں جو نہایت تاریکی میں تھی بنا دی گئی یہ اس میں نماز پڑھتی رہیں یہاں تک کہ خدا سے جا ملیں (یعنی گھر ہی میں نماز پڑھتی رہیں مسجد میں نہیں گئیں۔ مسند احمد ج ۶ ص ۳۷۱، الترغیب والترہیب ج ا ص ۲۲۵، مجمع الزوائد ج ۲ ص ۳۳، ابن خزیمہ، ابن حبان وغیرہ)

www.ozunislam.com

حضور ﷺ نے عورتوں کے حق میں فرمایا بُیُوْ تُھُنَّ خَیْرٌ لَّھُنَّ یعنی ان کے گھران کیلئے زیادہ بہتر ہیں (مستدرک حاکم ج ا ص ۳۲۷، ابوداؤد باب ما جاء فی خروج النساء الی المسجد ج ا ص ۸۴)۔ روایات میں ہے کہ خَیْرُ مَسَاجِدِ النِّسَاءِ قَعْرُ بُیُوْتِھِنَّ یعنی عورتوں کیلئے بہترین مساجد ان کی کوٹھریوں کا اندرونی مکان ہے۔

(مسند احمد ج ۶ ص ۲۴۵، بیہقی، کنز العمال ج ۷ ص ۶۷۶، مستدرک حاکم ج ا ص ۳۲۸)

اتنے واضح دلائل کے باوجود جو غیر مقلدین ضد پر اڑے رہیں اور اپنا مطالبہ قائم رکھیں تو ان سے بھی درج ذیل سوالات کے جوابات کا مطالبہ ہے۔

سوالات

(۱) کوئی آیت یا حدیث پیش کیجئے جسمیں یہ جملہ ہو "عورت اور مرد کی نماز یکساں ہے، کوئی فرق نہیں ہے"۔

(۲) "عورتوں کی نماز کا طریقہ" کی دلیل میں صرف ایک صحیح صریح حدیث پیش کیجئے۔

(۳) ایک صحیح صریح حدیث پیش کیجئے کہ "عورتوں پر جمعہ کی نماز فرض ہے"۔

(۴) ایک صحیح صریح حدیث پیش کیجئے کہ "عورتوں کا مسجد میں نماز پڑھنے کا اجر و ثواب گھر میں نماز پڑھنے کے اجر و ثواب سے زیادہ ہے"۔

(۵) خیر القرون کے بعد سے حدوث اہل حدیث تک (یعنی ایک ہزار سال سے زائد عرصہ میں) اہل سنت والجماعت کی ایک مسجد کا نام پیش کیجئے (سوائے حرمین شریفین) جس میں عورتیں نماز پڑھتی ہوں۔

جمعیۃ المسلمین مالیگاؤں

حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ

ڈیڑھ (۱/۲،۱) ارب سے زائد مسلمانانِ عالم میں سے ایک ارب مسلمانوں کی انفرادی، جماعتی اور سیاسی زندگی میں امام اعظمؒ کے احوال وافکار، ظلمت میں آفتاب تاباں کا مقام رکھتے ہیں۔ یہ وہ سرچشمۂ نور ہے جس کی کرنیں فرد پر، گھرانے پر، حکومت پر اور مجالس دستور ساز پر یکساں پڑتی ہیں۔ آج جب کہ ہم اپنی زندگی کو انفرادی اور اجتماعی دونوں حیثیتوں سے اسلامی سانچے میں ڈھالنا چاہتے ہیں، یہ روشنی ہر منزل پر ہماری رہنمائی کرے گی۔

از

علامہ سید مناظر احسن گیلانیؒ

www.ownislam.com
www.ownislam.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نمازِ تراویح

ماہِ رمضان میں عشاء کی نماز کے بعد ایک نماز باجماعت پڑھی جاتی ہے جسے تراویح سے موسوم کیا جاتا ہے۔ یہ ایک زائد نماز ہے۔

دراصل ترویحہ کہتے ہیں چار رکعات کے بعد آرام کرنے کو۔ اسلئے اصطلاحاً چار رکعات کو ترویحہ کہتے ہیں۔ اور آٹھ رکعات کیلئے تثنیہ کا صیغہ آتا ہے یعنی ترویحتان یا ترویحتین۔ اور بارہ رکعات یا اس سے زائد کیلئے لفظ تراویح کا انطباق ہوتا ہے۔ اسلئے قاعدے کے مطابق لفظ تراویح آٹھ رکعات کیلئے استعمال ہوسکتا ہی نہیں۔

احناف، مالکیہ، شوافع، حنابلہ غرض پوری امت محمدیہ تراویح کی نماز کے مسنون ہونے کی قائل ہے سوائے روافض کے۔ گویا فی زمانہ تراویح کی نماز کے سلسلہ میں تین مواقف ہیں

(۱) روافض سرے سے نماز تراویح ہی کا انکار کرتے ہیں۔

(۲) غیر مقلدین بھی نماز تراویح کا انکار کرتے ہیں سوائے انکے ایک فرقہ اھل حدیث کے۔ فرقہ اھل حدیث بھی دراصل تراویح کا منکر ہے، کیونکہ وہ تراویح کو ایک زائد نماز نہیں مانتا بلکہ وہ تاویل کرتا ہے کہ تراویح اور تہجد ایک ہی نماز ہے۔ اور اسمیں بھی دو گروہ ہیں ایک گروہ روزانہ تراویح کو مسنون مانتا ہے اور دوسرا چند دن تراویح کی جماعت کا قائل ہے اور روزانہ کا منکر ہے۔

(۳) احناف، مالکیہ، شوافع، حنابلہ غرض جمہور امت ماہ رمضان میں روزانہ بیس رکعات نماز تراویح کے سنت ہونے کے قائل ہیں۔

بیس رکعات پر عملاً اجماع

خلیفہ راشد حضرت عمر بن خطابؓ کے زمانہ سے حدوث اہل حدیث (فرقہ اہل حدیث کے پیدا ہونے) تک جمیع اہل سنت والجماعت کا معمول تھا کہ

(۱) پوری امت (سوائے روافض) ماہ رمضان میں روزانہ تراویح باجماعت ادا کرتی رہی۔

(۲) تراویح کی نماز بالاتفاق بیس رکعات تھی۔ تقریباً بارہ سو سال سے زائد عرصہ تک امت کا اس بیس رکعات پر عملاً اجماع رہا ہے نہ کوئی محدث، نہ کوئی فقیہ، اور نہ کوئی عالم آٹھ رکعات تراویح پڑھتا تھا، نہ اسکا مطالبہ کرتا تھا اور نہ ہی، کسی کا یہ موقف رہا ہے کہ تہجد اور تراویح ایک ہی نماز ہے (حالانکہ وہ تمام روایات احادیث کی کتابوں میں موجود تھیں جن کا حوالہ دے دے کر آج غیر مقلدین آٹھ رکعات کا دعویٰ کرتے ہیں)۔ بلکہ حدوث اہل حدیث (فرقہ اہل حدیث کے پیدا ہونے) سے کچھ عرصہ بعد تک خود یہ غیر مقلدین بھی بیس رکعات تراویح پڑھا کرتے تھے۔ (ملاحظہ ہو غیر مقلدین علماء کے ابتدائی فتاوے)

(۳) زمانۂ فاروقی سے حدوث اہل حدیث تک دنیا کی کسی ایک مسجد کا نام بھی نہیں پیش کیا جاسکتا جہاں آٹھ رکعات تراویح ہوتی ہو۔

گویا زمانۂ فاروقی سے حدوث اہل حدیث تک (تقریباً بارہ سو سال سے زائد عرصہ تک) بیس رکعات تراویح پر امت کا عملاً اجماع رہا ہے اور حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے "میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہوسکتی"

جدید انکشافات

اپنی پیدائش کے کچھ عرصہ بعد غیر مقلدین کو جدید انکشافات ہوئے کہ بارہ سو سال سے زائد عرصہ تک امت جو کرتے آئی ہے اور خود ان (غیر مقلدین) کا بھی جو عمل تھا وہ غلط تھا۔ صحیح یہ ہے کہ

(۱) تہجد اور تراویح کی نماز ایک ہے۔

(۲) سال بھر تہجد کی نماز "نفل" ہے اور ماہِ رمضان میں "سنت" ہوجاتی ہے۔

www.ownislam.com

(۳) تراویح کی نماز کی رکعات ''آٹھ'' ہیں۔

درج بالا جدید انکشافات کی حقیقت کیا ہے؟ تفصیلات اندرونی صفحات میں ملاحظہ ہوں

''تراویح آٹھ رکعات سنت ہے'' دعویٰ کی حقیقت

غیر مقلدین آٹھ رکعات تراویح کے دلائل میں دو قسم کی روایات پیش کرتے ہیں۔

(۱) غیر صریح روایات (جو دراصل تہجد کیلئے ہیں) (۲) صریح روایات

غیر صریح روایات:۔ حضرت ابوسلمٰی بن عبدالرحمٰن روایت کرتے ہیں انہوں نے سیدہ عائشہؓ سے پوچھا رسول اللہ ﷺ کی نماز (شبینہ) کیسی ہوتی تھی۔ فرمایا رمضان اور اسکے علاوہ گیارہ رکعتوں سے زیادہ نہ پڑھتے تھے۔ پہلے چار رکعات پڑھتے، انکی طوالت اور خوبی بس کیا پوچھتے ہو۔ پھر چار رکعتیں پڑھتے تھے۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ آپ وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے ہیں۔ فرمایا عائشہ میری آنکھیں سوتی ہیں دل نہیں سوتا۔ (صحیح بخاری کتاب الصوم، باب قیام النبی ﷺ فی رمضان وغیرہ ج ۱ ص ۱۵۴، صحیح مسلم کتاب صلوٰۃ المسافرین، باب صلوٰۃ اللیل وعدد رکعات النبی ﷺ ج ۱ ص ۲۵۴)

اس روایت کو تراویح کے سلسلے میں بطور استدلال پیش کرنا کئی وجوہ سے قابل قبول نہیں ہے۔ کیونکہ

(۱) اسمیں اکیلے نماز پڑھنے کا ذکر ہے جب کہ حضور اکرم ﷺ نے تراویح جماعت سے پڑھائی ہے۔

(۲) اسمیں اس نماز کا ذکر ہے جو رمضان، غیر رمضان سارے سال میں پڑھی جاتی ہے جب کہ تراویح سارے سال میں نہیں پڑھی جاتی۔

(۳) اس حدیث میں آخر رات نماز پڑھنے کا ذکر ہے جو تہجد ہے نہ کہ اول رات جو تراویح ہے۔

(۴) اس میں گھر میں نماز پڑھنے کا ذکر ہے جبکہ تراویح مسجد میں پڑھی جاتی ہے۔

(۵) اسمیں وتر سے پہلے سونے کا ذکر ہے اور غیر مقلدین تراویح اور وتر کے درمیان مسجد میں کبھی نہیں سوتے۔

(۶) اس حدیث میں سارا سال تین وتر پڑھنے کا ذکر ہے جب کہ غیر مقلدین ایک وتر پڑھ لیتے ہیں

(۷) کسی حدیث میں یہ جملہ نہیں ''تہجد اور تراویح ایک ہی نماز ہے'' اسلئے تراویح کی دلیل میں

اسے نقل کرنا خیانت ہے۔

(۸) اس حدیث میں چار چار رکعات پڑھنے کا ذکر ہے جبکہ تراویح میں دو دو رکعات پڑھی جاتی ہیں۔

(۹) غیر مقلدین یہ روایت امام بخاریؒ کے حوالہ سے تراویح کیلئے پیش کرتے ہیں جبکہ حضرت امام بخاریؒ کا عمل بتاتا ہے کہ وہ دونوں (تراویح اور تہجد) کو علاحدہ علاحدہ سمجھتے تھے، ہدی الساری مقدمۂ فتح الباری میں ہے ''رمضان المبارک کی رات کے ابتدائی حصہ میں امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ کے یہاں انکے شاگرد جمع ہو جاتے پھر وہ انہیں نماز پڑھاتے اور ہر رکعت میں بیس آیتیں پڑھتے تھے ایسے ہی ختم قرآن تک سلسلہ جاری رہتا اور سحر کے وقت (تہجد میں) نصف سے تہائی قرآن تک پڑھتے اور سحر کے وقت ہر تین رات میں ایک قرآن ختم کرتے تھے۔ اسلئے غیر مقلدین کا امام بخاریؒ کے حوالہ سے اس کو تراویح کی دلیل میں پیش کرنا ناقابل قبول ہے۔

(۱۰) اس روایت میں حضرت عائشہؓ نے یہ بھی فرمایا کہ آپ ﷺ چار، چار اور تین رکعات پڑھتے تھے۔ اور غیر مقلدین دو دو رکعات پڑھتے ہیں، گویا ان کے نزدیک اسکی خلاف ورزی سنت کی خلاف ورزی نہیں ہیں۔ ایسی حالت میں دوسروں پر اس سے حجت قائم کرنا یا کسی دعویٰ کے ثبوت میں پیش کرنا بالکل خلاف انصاف و دیانت ہے۔

اسلئے تراویح کی دلیل میں یہ روایت ہرگز قابل قبول نہیں۔

اسی طرح دیگر روایات جو تراویح کے سلسلہ میں صریح نہیں ہیں (اگرچہ وہ صحیح ہوں) مگر بطور استدلال قیاس کا درجہ رکھتی ہیں اسلئے دلیل میں ہرگز قابل قبول نہیں ہیں۔

صریح روایات:۔ جن روایات میں تراویح کی تعداد کا ذکر ہے وہ تمام روایات ''حضرت جابر بن عبداللہؓ'' سے مروی ہیں۔ مثلاً

حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ہم کو نبی کریم ﷺ نے رمضان المبارک میں آٹھ رکعات (تراویح) اور وتر پڑھائی، جب دوسری رات آئی تو ہم سب مسجد میں جمع ہوئے اور ہمیں امید تھی کہ آپ ﷺ نکلیں گے لیکن آپ ﷺ نہیں نکلے تو ہم مسجد میں صبح تک رکے رہے پھر ہم نبی کریم ﷺ کے پاس گئے اور کہا اے اللہ رسول ﷺ ہم سب گذشتہ رات مسجد میں جمع تھے اور

www.ownislam.com

ہمیں امید تھی کہ آپ ہمیں نماز پڑھائیں گے تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں اس بات سے ڈرا کہ کہیں تم پر فرض نہ کردی جائے۔ (المعجم الصغیر للطبرانی ص ۱۹۰، قیام رمضان ص ۱۵۵، صحیح ابن خزیمہ جماع ابواب ذکر الوتر ج ۲ ص ۱۳۸ حدیث ص ۱۰۷۰، صحیح ابن حبان کتاب الصلوٰۃ ج ۵ ص ۶۲ حدیث ۲۴۰۱)

حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ حضرت اُبی بن کعبؓ نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ (میرے دل میں) ایک رات کے متعلق کچھ ہے یعنی رمضان کی رات کے متعلق، نبی کریم ﷺ نے پوچھا اے اُبی وہ کیا ہے؟ فرمایا کہ ہمارے گھر میں کچھ عورتیں تھیں انہوں نے کہا کہ ہم قرآن پڑھنا نہیں جانتیں لہٰذا ہم آپ کی اقتدا کریں گی، فرماتے ہیں کہ میں نے انکو آٹھ رکعات اور وتر پڑھائی آپ ﷺ نے (یہ سن کر) سکوت اختیار فرمایا چنانچہ یہ رضامندی والی سنت ہوگئی۔ (مسند ابی یعلیٰ ج ۳ ص ۳۳۶ حدیث ۱۸۰۱، مجمع الزوائد کتاب الصلوٰۃ بَابُ فِی الرَّجُلِ یَؤُمُّ النِّسَاءَ ج ۲ ص ۷۴)

استدلال پر اعتراضات:۔ پہلی روایت کے بارے میں صاحب آثار السنن نے لکھا ہے کہ (وفی اسنادہ لین) اس کی اسناد میں کلام ہے۔

دوسری روایت کے بارے میں حضرت ابی بن کعبؓ کے اس واقعہ کے بارے میں یہی محقق نہیں ہے کہ یہ رمضان کا واقعہ ہے، کیونکہ لفظ ''فی رمضان'' اس روایت میں مُدرَج ہے یعنی راوی کا اپنا لفظ ہے (اسلئے اس روایت کو تراویح کی دلیل میں پیش کرنا ہی غلط ہے)۔

مزید یہ کہ حضرت جابرؓ سے انکی احادیث کی روایت کرنیوالا صرف ایک شخص ہے اور وہی ایک شخص حضرت جابرؓ کے واسطے سے ان رکعات کی تعداد نقل کرتا ہے اسکا نام ''عیسیٰ بن جاریہ'' اور اسماء الرجال کی کتابوں میں عیسیٰ بن جاریہ کا حال درج ذیل ہے۔

عیسیٰ بن جاریہ:۔ امام یحیی بن معین، امام نسائی، امام ابوداؤد وغیرہ سات حضرات نے عیسیٰ بن جاریہ پر جرح مفصل کی ہے اور دو نے انکی تعدیل کی ہے۔ لہٰذا عیسیٰ بن جاریہ اصولاً مجروح قرار پائیگا

اس تصریح کے بموجب از روئے اصل عیسیٰ کی یہ روایت قابلِ قبول نہیں ہوسکتی بالخصوص جب کہ حضرت جابرؓ سے اس بات کا نقل کرنے میں وہ منفرد ہے، دوسرا کوئی اسکا مؤید ومتابع موجود

نہیں، نہ کسی دوسرے صحابی کی حدیث اسکی شاہد ہے۔ حضرت جابرؓ سے روایت کرنے میں اسکے منفرد ہونیکی دلیل تو یہ ہے کہ امام طبرانی نے عیسیٰ کی یہ روایت نقل کرنیکے بعد لکھا ہے ''لا یروی عن جابر بن عبداللہ الا بہذا الاسناد'' یعنی حضرت جابر سے بجز اس سند کے کسی دوسری سند سے یہ حدیث مروی نہیں ہے (بحوالہ رکعات تراویح ص ۲۸)۔

چونکہ تراویح کے سلسلے میں آٹھ رکعات پر جتنی صریح روایات ہیں ہر ایک کا مدار ''عیسیٰ بن جاریہ'' پر ہے اسلئے یہ روایات صحیح کے درجہ تک نہیں پہنچتیں۔ اور غیر مقلدین کے نزدیک صرف صحیح روایات ہی حجت ہیں۔ اسلئے تمام صریح روایات بطور استدلال نا قابل قبول ہیں۔ غرض ''آٹھ رکعات تراویح سنت ہے'' اس دعویٰ کی دلیل میں غیر مقلدین کے پاس کوئی صحیح صریح حدیث موجود نہیں ہے اسلئے انکا دعویٰ رد ہے۔

''تراویح بیس رکعات سنت ہے'' جمہور امت کے اس دعویٰ کے دلائل وشواہد

☆ ابوبکر ابن ابی شیبہ نے مصنف میں، اور عبد بن حمید نے اپنے مسند میں اور بغوی نے اپنے معجم میں اور طبرانی نے معجم کبیر میں اور بیہقی نے سننِ کبریٰ ج ۲ ص ۲۹۶ میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ **حدثنا یزید بن ھارن قال اخبرنا ابراھیم ان عثمان عن الحکم عن مقسم عن ابن عباسؓ ان رسول اللہ ﷺ کان یصلی فی رمضان عشرین رکعۃ والوتر۔ ترجمہ:۔** آنحضرت ﷺ رمضان میں بیس رکعتیں اور وتر پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ''کَمْ یُصَلِّیْ فِیْ رَمَضَانَ مِنْ رَکْعَۃٍ'' ج ۵ ص ۲۲۵)

اس حدیث کی اسناد میں ایک راوی ابوشیبہ ابراہیم بن عثمان واقع ہے اور وہ مجروح راوی ہے، اسلئے اسکی یہ روایت ضعیف قرار دی گئی ہے، اسکو ضعیف کہنے والوں میں ابنِ حجر، سیوطی، ابن الہمام اور عیسیٰ وغیرہم شامل ہیں، اور کچھ شبہ نہیں کہ ابراہیم بن عثمان پر سخت سخت جرحیں نقل کی گئی ہیں، مگر اسمیں بھی کچھ شبہ نہیں کہ جتنی جرحیں نقل کی جاتی ہیں سب مقبول نہیں ہیں، بعض انمیں مردود بھی ہیں لیکن افسوس کی بات ہے مقبول جرحوں کیساتھ مردود جرحوں کو بھی نقل کردیا جاتا ہے،

www.ownislam.com

دل چسپ بات یہ ہے کہ جس سند سے یہ روایت منقول ہے یعنی ''ابو شیبہ(ابراھیم بن عثمان)عن حکم عن مقسم عن ابن عباسؓ ''اسی سند سے غیر مقلدین نماز جنازہ میں سورۂ فاتحہ کی ''فرضیت'' کی دلیل لیتے ہیں۔اسلئے اصولاً غیر مقلدین اس پر اعتراض نہیں کر سکتے۔

☆امام بیہقی کی سننِ کبریٰ ج۲ص۴۹۶ میں حضرت سائب بن یزیدؓ راوی ہیں کہ '' حضرت عمر بن خطابؓ کے زمانہ میں لوگ رمضان کے مہینہ میں بیس رکعات پڑھتے تھے''،اور اسی اثر کو امام بیہقی نے ''یزید بن خصیفہ'' کے طریق سے معرفۃ السنن میں بھی روایت کیا ہے۔

ویسے تو غیر مقلدین کا تعلق استدلال کے سلسلہ میں آثار سے نہیں ہے لیکن وہ مغالطہ دینے کیلئے آثار کی بحث بھی درمیان میں لاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ سے بیس رکعات تراویح کا اثر صحیح نہیں ہے، کیونکہ مؤطا امام مالک میں آیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے گیارہ رکعتوں کا حکم دیا۔ دراصل غیر مقلدین سعید بن منصور کی روایت کے سلسلہ میں بحث کرتے ہیں۔لیکن سعید بن منصور کے اثر کی حقیقت درجِ ذیل ہے۔

سعید بن منصور یا مؤطا امام مالک میں حضرت سائب بن یزید سے روایت کرنیوالے محمد بن یوسف ہیں اور محمد بن یوسف کے پانچ شاگرد ہیں اور پانچوں کا بیان باہم مختلف ہے۔امام مالکؒ سے بحکم حضرت عمرؓ گیارہ رکعتوں کا ذکر ہے، یحیٰی قطان سے گیارہ رکعتوں کا ذکر ہے (حضرت عمرؓ کے حکم کا تذکرہ نہیں ہے)،عبدالعزیز بن محمد سے گیارہ رکعتوں کا ذکر ہے (اسمیں نہ حکم کا ذکر ہے نہ ابی وتمیم کا)،ابن اسحاق سے تیرہ رکعتوں کا ذکر ہے،عبدالرزاق کے شیخ داؤد بن قیس سے اکیس رکعتوں کا ذکر ہے بحکم حضرت عمرؓ۔پس اصول حدیث کی رو سے یہ اثر ''مضطرب'' ہے۔اور اس حالت میں جب تک کہ کسی ایک طریق کو اصول کے مطابق ترجیح نہ دی جائے یا تمام طرق میں تطبیق نہ دی جائے اسوقت تک کسی مدعا کے ثبوت میں پیش کرنا درست نہیں ہے۔جب کہ سائب بن یزید کے ایک دوسرے شاگرد یزید بن خصیفہ ہیں انکی روایت میں کوئی اختلاف نہیں ہے یزید کے کل شاگرد بلا اختلاف سائب بن یزید کا یہ بیان نقل کرتے ہیں کہ ہم حضرت عمرؓ کے زمانہ میں بیس رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔پس ''یزید بن خصیفہ'' کے طریق سے یہ اثر ''صحیح'' ہے۔اور سننِ

سعید بن منصور کی مذکورہ (مؤطا امام مالک کی) روایت ترجیح یا تطبیق کے بغیر قابلِ اعتماد نہیں ہے اور ترجیح کے بعد گیارہ کا ثبوت ہی نہیں ہوگا۔اسلئے غیر مقلدین کی یہ ابلہ فریبی لائقِ توجہ ہی نہیں ہے ۔اور سننِ کبریٰ اور معرفۃ السنن کی بیس رکعات والا اثر قابلِ حجت ہے۔

مزید یہ کہ حضرت عمرؓ کے عہدِ مبارک میں تراویح کی بیس رکعتوں کا ثبوت تنہا سائبؓ ہی کی روایت سے نہیں ہوتا، بلکہ اسکے علاوہ متعدد آثار سے بھی ہوتا ہے، جو درجِ ذیل ہیں۔

(۱)''حضرت عمرؓ کے زمانہ میں لوگ رمضان میں تیئیس (۲۳) رکعتیں (مع وتر) پڑھتے تھے''

(مؤطا مع تنویر ج۱ص۱۳۸،سننِ کبریٰ ج۲ص۴۹۶،قیام اللیل ص۹۱)

(۲)عبدالعزیز بن رفیع کا اثر ہے، جو مصنف ابن ابی شیبہ میں مذکور ہے''حضرت ابی بن کعب لوگوں کو بیس رکعات تراویح اور تین رکعت وتر پڑھاتے تھے''(چونکہ حضرت ابیؓ کی وفات اکثر لوگوں کے قول کے مطابق عہد فاروقی میں ہوئی ہے،اسلئے یہ بیان بھی عہد فاروقی سے متعلق ہے)

(مصنف ابن ابی شیبہ''کَمْ یُصَلِّیْ فِیْ رَمَضَانَ مِنْ رَکْعَۃٍ'' ج۵ص۲۲۴)

(۳)سعید بن انصاری کا اثر ہے کہ ''حضرت عمرؓ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعتیں پڑھائے۔''(مصنف ابن ابی شیبہ''کَمْ یُصَلِّیْ فِیْ رَمَضَانَ مِنْ رَکْعَۃٍ'' ج۵ص۲۲۳)

(۴)خود حضرت ابیؓ سے روایت ہے ''کہ حضرت عمرؓ نے ابی کو حکم دیا کہ لوگوں کو رات کے وقت رمضان میں نماز پڑھایا کرو،حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ لوگ دن میں روزہ رکھتے ہیں،اور قرآن خوب اچھا پڑھنا نہیں جانتے لہٰذا کاش تم رات میں پڑھتے،ابی نے جواب دیا کہ امیر المؤمنین یہ بات پہلے نہیں ہوئی (یعنی ایک امام کے ساتھ سب کا اکٹھا ہو کر پڑھنا) تو حضرت عمرؓ نے فرمایا میں جانتا ہوں لیکن یہ اچھا ہے، چنانچہ ابی نے ان کو بیس رکعتیں پڑھائیں (کنز العمال ج۴ص۲۸۴ بحوالہ ابن منیع وآثار السنن ج۲ص۶۰)

(۵)محمد بن کعب قرظیؒ کا اثر ہے ''حضرت عمرؓ کے زمانہ میں لوگ بیس رکعتیں پڑھتے تھے،اور قرأت لمبی کرتے تھے،اور تین رکعت وتر پڑھتے تھے)(قیام اللیل ص۹۱)۔

(۶)زید بن وہب کا اثر ہے ''حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ہم کو رمضان میں نماز پڑھاتے تھے،جب فارغ ہو کر واپس ہوتے،تو ابھی رات رہتی تھی۔اعمش نے کہا کہ وہ (حضرت ابن مسعودؓ) وتر کے

www.ownislam.com

علاوہ بیس رکعتیں پڑھتے تھے، اور تین رکعات وتر پڑھتے تھے۔ (قیام اللیل ص ۹۱)

درج بالا چھ (۶) آثار حضرت سائب بن یزید کے اثر کی تائید میں ہے۔

☆ سننِ بیہقی (ج ۲ ص ۴۹۶) وغیرہ میں مروی ہے کہ حضرت علیؓ نے رمضان میں قراء کو بلایا اور انمیں سے ایک کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعتیں پڑھایا کرے، اور وتر حضرت علیؓ پڑھاتے تھے، امام بیہقی اس اثر کو قوی تسلیم کرتے ہیں، اسلئے کہ انہوں نے پہلے شیر ابن شکل کی نسبت نقل کیا ہے کہ "وہ حضرت علیؓ کے اصحاب میں تھے، اور لوگوں کو رمضان میں بیس رکعتیں تراویح کی اور تین وتر کی پڑھایا کرتے تھے،" اسکو نقل کر کے فرمایا کہ اسمیں قوت ہے۔ (یعنی یہ قوی اثر ہے)۔ پھر اسکی دلیل میں مذکورۂ بالا اثر بیہقی نے نقل کیا ہے، اس عبارت کے آخر میں بیہقی نے یہ بھی تصریح کر دی کہ حضرت علیؓ کا یہ اثر دوسرے طریق سے بھی مروی ہے، لہٰذا تنہا بھی یہ اثر قوی تھا، اور اب تو مجموعی طور پر اتنا قوی ہو گیا کہ اسمیں کلام کی گنجائش ہی نہیں رہ گئی۔

بیس رکعات پر اجماع

خلیفۂ ثانی حضرت عمرؓ کے عہد میں بیس رکعات تراویح پر اجماع ہو گیا، اور بلادِ اسلامیہ میں اسی پر عمل قرار پا گیا۔

حضرت عمرؓ کے عہد میں بیس پر اجماع ہو گیا۔ غیر مقلدین اسکے خلاف ایک روایت بھی پیش نہیں کر سکتے جس سے یہ ثابت ہو کہ حضرت عمرؓ کے عہد میں کسی نے اس کیخلاف کیا یا کہا ہو۔

خلیفۂ ثالث حضرت عثمانؓ اور خلیفۂ رابع حضرت علیؓ کے دور میں بھی بیس رکعات پر عمل رہا۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ جمہور امت کے نزدیک بیس رکعات تراویح "سنت" ہے تو پھر خلفاءِ راشدین کے عہد کے آثار کو "سنت" کیلئے کیوں دلیل بنایا گیا؟ اسکا جواب یہ ہیکہ حضور ﷺ کی حدیث "تم پر لازم ہے میری سنت اور ہدایت یافتہ خلفاء کی سنت" کے تحت بیس رکعات تراویح بھی "سنت" تسلیم کی گئی۔ کیونکہ حضور ﷺ نے خلفاءِ راشدین کے طریقہ کو بھی سنت کہا ہے۔ مزید یہ کہ اس پر صحابہ کا اجماع بھی ہو گیا۔

اتنے واضح دلائل کے باوجود اگر غیر مقلدین ضد پر اڑے رہیں اور اپنا مطالبہ قائم رکھیں تو ان سے بھی درج ذیل سوالات کے جوابات کا مطالبہ ہے۔

سوالات

(۱) ایک صحیح صریح حدیث پیش کیجئے کہ "تراویح کی نماز آٹھ رکعات ہے"؟

(۲) صحیح صریح حدیث پیش کیجئے کہ "تراویح اور تہجد کی نماز ایک ہی ہے"۔ غیر رمضان میں اکیلے پڑھی جاتی ہے اور "نفل" ہوتی ہے اور رمضان میں جماعت کیساتھ، اور "سنت" ہوتی ہے؟

(۳) عہد فاروقی سے حدوث اہلحدیث تک (تقریباً ساڑھے بارہ سو سال) کے عرصہ میں دنیا کی کسی ایک مسجد کا نام پیش کیجئے جس میں تراویح کی جماعت آٹھ رکعات ہوتی ہو؟

جمعیۃ المسلمین مالیگاؤں

www.ownislam.com

www.ownislam.com

احناف کی کچھ کتابوں کی فہرست

نمبر شمار	کتابوں کے نام	مصنف	مکتبہ
۱	.....آپ کے مسائل اور ان کا حل	مولانا یوسف لدھیانویؒ	
۲	.....اجتہاد و تقلید کا آخری فیصلہ	مولانا اشرف علی تھانویؒ	
۳	.....فقہ حنفی کے اصول و اضوابط	مولانا اشرف علی تھانویؒ	
۴	.....حجیت حدیث	مفتی تقی عثمانی صاحب	
۵	.....آثار الحدیث	علامہ خالد محمود صاحب	
۶	.....فقہ اور تصوف ایک تعارف	مولانا محمد رفیع عثمانی	
۷	.....آسان اصول حدیث	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی	
۸	.....شریعت یا جہالت	محمد پالن حقانی	
۹	.....تقلید کی شرعی حیثیت	مفتی تقی عثمانی	
۱۰	.....حدیث رسول کا قرانی معیار	قاری طیب صاحبؒ	
۱۱	.....اجتہاد اور تقلید	قاری طیب صاحبؒ	
۱۲	.....شریعت و طریقت کا تلازم	شیخ الحدیث مولانا زکریاؒ	
۱۳	.....فیصلہ کن مناظرہ	مولانا منظور احمد نعمانیؒ	
۱۴	.....معیار صحابیت	علامہ خالد محمود صاحب	
۱۵	.....الکلام المفید فی اثبات التقلید	مولانا سرفراز صفدر صاحبؒ	
۱۶	.....راہ سنت	مولانا سرفراز صفدر صاحبؒ	
۱۷	.....احسن الکلام فی ترک القرأۃ خلف الامام	مولانا سرفراز صفدر صاحبؒ	
۱۸	.....ادلۂ کاملہ	شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحبؒ	
۱۹	.....ایضاح الادلہ	شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحبؒ	
۲۰	.....مطالعہ قرآن کے اصول و مبادی	مولانا علی میاں صاحب ندویؒ	
۲۱	.....اختلاف امت اور صراط مستقیم	مولانا یوسف لدھیانویؒ	
۲۲	.....کیا مقتدی پر فاتحہ واجب ہے	مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ	
۲۳	.....مقالاتِ ابوالمآثر	مولانا حبیب الرحمٰن الاعظمی	

www.ownislam.com

۲۴	.....نصرت الحدیث	مولانا حبیب الرحمٰن الاعظمی	
۲۵	.....اعلام المرفوعہ	مولانا حبیب الرحمٰن الاعظمی	
۲۶	.....تحقیق اہل حدیث	مولانا حبیب الرحمٰن الاعظمی	

۲۷	اعلاء السنن (مع التعلیق عبد الفتاح ابو غدة)	علامہ ظفر احمد عثمانی تھانویؒ	ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی پاکستان
۲۸	نصب الرایہ (طبع ثانی ۱۴۰۸)	علامہ جمال الدین ابو محمد عبد اللہ بن یوسف الحنفی الزیلعی	مکتبہ المجلس العلمی ڈابھیل سورت سلسلہ نمبر ۲۱
۲۹	مصنف ابن ابی شیبہ (مع التعلیق محمد عوامہ) الطبعۃ الثانیۃ ۱۴۲۸	امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ	ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی پاکستان
۳۰	مصنف عبدالرزاق (مع التعلیق حبیب الرحمن الاعظمی)	حافظ ابو بکر عبد الرزاق بن ہمام الصنعانی	سلسلہ نمبر ۳۹ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی پاکستان
۳۱	تہذیب التہذیب (مع التعلیق مصطفیٰ عبد القادر عطاء)	احمد بن علی بن حجر العسقلانی	دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان
۳۲	دین کے بنیادی مسائل حدیث کی روشنی میں	مولانا مفتی محمد آزاد بیگ قاسمیؒ	مکتبہ الحق مارڈن ڈیری جوگیشوری ممبئی نمبر ۱۰۲
۳۳	تجلیات صفدر	مولانا امین صفدر صاحب اوکاڑویؒ	مکتبہ مدنیہ، سفید مسجد سیوبند اشاعت اوّل ۲۰۰۱ء
۳۴	آثار السنن (مع التعلیق الحسن)	محمد بن علی النیمویؒ	المکتبہ المدنیہ دیوبند طبع اوّل ۱۴۲۳ھ
۳۵	رکعات تراویح	محدث کبیر حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمیؒ	مرکز تحقیقات وخدمات علمیہ مئوناتھ بھنجن
۳۶	احکام الدعاء والوسیلہ	حضرت مولانا محمد زید صاحب مظاہری ندوی	ادارہ افادات اشرفیہ دوبگا ہردوئی روڈ لکھنؤ
۳۷	مسئلہ ایصال ثواب	مولانا مفتی جمیل احمد صاحب نذیری	مکتبہ صداقت نوادہ مبارک پور
۳۸	نصرۃ الحدیث	محدث کبیر حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمیؒ	دار المآثر الاسلامیہ مئوناتھ بھنجن
۳۹	فتاویٰ رحیمیہ	مفتی سید عبد الرحیم صاحب لاجپوریؒ	مکتبہ رحیمیہ راندیر سورت
۴۰	عورتوں کا طریقۂ نماز (اہم فتویٰ)	مفتی عبد القیوم صاحب راجکوٹی	دار الافتاء جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل گجرات
۴۱	نماز احناف (۲۰۰۱ء)	مفتی حبیب الرحمٰن صاحب قاسمی الہ آبادی	مکتبہ رحمانیہ محلہ اعظم پور قصبہ مئوآئمہ ضلع الہ آباد

www.ownislam.com

ردِّ غیر مقلدیت میں کام کرنے والے کچھ علماء

غیر مقلدیت ایک ایسا فتنہ ہے جس سے دنیا کے اکثر علاقے کے لوگ پریشان ہیں۔ ردّ غیر مقلدیت میں کثیر تعداد میں لوگ کام کر رہے ہیں۔ ہم کچھ ایسے علماء کی نشان دہی کر رہے ہیں جن سے ہمارے کافی روابط ہیں اور یہ علماء ہندوستان میں مشہور بھی نہیں۔

مولانا ابوبکر صاحب غازی پوری

اقامت: سیّدواڑہ، غازی پور، یوپی (انڈیا) 233001 موبائیل نمبر (0091-9453497685)

موصوف مکتبہ اثریہ غازی پور کے ذریعے ردّ غیر مقلدیت میں زبردست کام کر رہے ہیں۔ ایک دوماہی مجلّہ بنام ''زم زم'' شائع کرتے ہیں۔ بہت سی کتابیں مثلاً ''مسائل غیر مقلدین''، ''غیر مقلدین کی ڈائری''، ''آئینہ غیر مقلدیت''، ''ارمغان حق (دوجلدیں)''، ''غیر مقلدین کے لئے لمحہ فکریہ''، ''کچھ دیر غیر مقلّدین کے ساتھ''، وغیرہ کے مصنف ہیں۔

موصوف نے ردِّ غیر مقلدیت میں ایک کورس بھی جاری کیا ہے۔ تقاریر کے ذریعے بھی زوردار کام کر رہے ہیں۔

مفتی جمیل احمد صاحب نذیری

اقامت: نوادہ، مبارک پور، اعظم گڑھ، یوپی (انڈیا) 276401

موصوف مکتبہ صداقت، نوادہ مبارک پور کے ذریعے ردّ غیر مقلدیت میں زبردست کام کر رہے ہیں۔ بہت سی کتابیں مثلاً ''اہل حدیث اور تقلید وفرقہ بندی''، ''مصافحہ کا مسنون طریقہ''، ''اہل حدیث! چند حقائق''، ''تقلید: اعتراضات کا جائزہ''، ''مسئلہ ایصال ثواب'' وغیرہ کے مصنف ہیں۔ تقریر وتحریر کے ذریعے ردّ غیر مقلدیت میں علمی کام کر رہے ہیں۔

مفتی حبیب الرحمٰن صاحب قاسمی

اقامت: محلّہ اعظم پورہ، قصبہ مئوآئمہ، ضلع الٰہ آباد (یو۔پی) (انڈیا) 212501

موصوف مکتبہ رحمانیہ، محلّہ اعظم پور، مئوآئمہ کے ذریعے ردّ غیر مقلدیت میں کام کر رہے ہیں۔ ہمارے علم کے مطابق ردّ غیر مقلدیت میں موصوف نے ایک کتاب ''نماز احناف'' تصنیف کی ہے۔ جمعیۃ المسلمین کے نصاب کے چند ابواب مذکورہ کتاب سے اخذ کئے گئے ہیں۔

مولانا مرتضیٰ حسن صاحب

اقامت: نزد کامگار نگر مسجد، پائپ روڈ، کرلا، ممبئی نمبر 400070 (انڈیا)

موصوف کامگار نگر مسجد کے امام ہیں۔ ردّ غیر مقلدیت میں تقریر وتحریر کے ذریعے شمشیر برہنہ ہیں۔ اس سلسلہ میں مولانا کی تصنیف شدہ کتابیں ہیں: ''ضدی ابلیس''، ''غیر مقلدین اسلاف کی عدالت میں''، ''پردہ اٹھ رہا ہے'' وغیرہ۔

www.ownislam.com

ردّ غیر مقلدیت کے عملی کام میں جمعیۃ المسلمین کا

اوّلین نصاب (تعلیم بالمراسلہ)

احناف اور فرقۂ غیر مقلدین کے مسائل وعقائد کا تقابلی جائزہ
''غیر مقلدین کے اشکالات'' کا حل اور عملی اقدامات کے لئے رسائل

رد غیر مقلدیت کے لئے افراد سازی

پتہ: جمعیۃ المسلمین مالیگاؤں گلی نمبر ۱، سروے نمبر ۱۵۶، مولوی محمد عثمان پورہ، مالیگاؤں (ناسک)

رابطہ کے لئے: مولانا ہلال احمد مولانا محمد عثمان موبائل: 09423477065

ماھانہ دینی اصلاحی اخبار

ترجمان شریعت

بذریعہ ڈاک ارسال کے لئے: سالانہ زرتعاون

صرف بیس روپئے

رابطہ کے لئے: مولانا ہلال احمد مولانا محمد عثمان موبائل: 09423477065

عثمان منزل، جامعہ نگر، مالیگاؤں: پن ۴۲۳۲۰۳، ضلع ناسک مہاراشٹر۔الہند